مناسک حج وعمرہ و مشروع زیارت

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین

ترجمہ

محمد طاہر حنیف   ضمیر احمد عباس

پیش کش

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد - بطحاء - ریاض

سعودی عرب   8 / 1425 H

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد قسم الجاليات بالبطحاء

٦٧

مناسک حج و عمرہ

و

مشروع زیارت

تالیف:

فضلیۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین

ترجمہ:

محمد طاہر حنیف
ضمیر احمد عباس

پیش کش:

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد - بطحاء - ریاض
سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

الحمد لله كفى والصلاة والسلام على رسوله المصطفى وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين: وبعد

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، جو ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اس موضوع پر عربی، اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں بے شمار کتابیں اور رسالے موجود ہیں۔ اس کے باوجود علماء کرام اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں حجاج کرام کی توجیہات ورہنمائی نیز انہیں پیش آنے والے مسائل کے تعلق سے اپنی علمی کاوشیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ پیش نظر کتاب فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی محقق اور مدلل کتاب "مناسک الحج والعمرہ والمشروع فی الزیارہ" کا اردو ترجمہ ہے جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ کی علمی شخصیت علم و تحقیق کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ، اسی طرح ان کی تمام تالیفات بحث و تحقیق کی کسوٹی پر اور کتاب وسنت سے مستنبط دلائل کی بنیاد پر انتہائی معیاری اور علمی ہیں۔ مذکورہ کتاب اس اعتبار سے اور بھی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ شیخ رحمہ اللہ کی آخری تالیف ہے، جو مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

اس کتاب میں سفر کے آداب، حج کے مسائل، زیارت کی کیفیت، زائرین اور حجاج سے ہونے والی اہم غلطیوں کی نشاندھی اور ان کے حل کے علاوہ اکیس ایسے سوالات وجوابات ہیں جن کا شیخ نے بہت ہی عمدہ اور مدلل انداز میں جواب دیا ہے۔حج اور عمرہ کے موضوع پر یہ شیخ کی بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ شیخ کے درجات کو بلند کرے۔ ''أو علم ینتفع به'' کے تحت ان کے موازین حسنات میں لکھے اور عام قارئین کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ اس ترجمہ کو عام فہم اور سہل انداز میں پیش کریں تاکہ عام اردو داں اسے پڑھ اور سمجھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور جس عظیم مقصد کے لئے یہ رسالہ تیار کیا گیا ہے اس کے حصول کی توفیق بخشے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

مترجمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد للهِ نحمده ونستعينه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان وسلم تسليماً أما بعد :

سفر، حج اور مسجد نبوی کی زیارت کے سلسلے میں یہ چند فصلیں ہیں جو میں نے مختلف مجلسوں میں بیان کی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

پہلی فصل: سفر اور اس کے آداب واحکام۔

دوسری فصل: حج کے شروط۔

تیسری فصل: حج کے مواقیت اور اس کی قسمیں۔

چوتھی فصل: کس حج میں قربانی واجب ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

پانچویں فصل: ممنوعات احرام۔

چھٹی فصل: عمرہ کا طریقہ۔

ساتویں فصل: حج کا طریقہ۔

آٹھویں فصل: حج کے واجبات۔

نویں فصل : بعض حجاج سے سرزد ہونے والی غلطیاں۔

دسویں فصل: مسجد نبوی کی زیارت۔

مذکورہ امور سے متعلق میں نے اس کتاب میں کچھ اہم سوال وجواب کا بھی اضافہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو خالص اپنی رضا کے لئے کردے اور اس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وہ سخی اور کریم ہے۔

مؤلف

پہلی فصل

سفر اور اس کے کچھ آداب واحکام

سفر کی تعریف:

سفر وطن سے جدائی کا نام ہے، اور وہ متعدد دینی ودنیاوی اغراض کے لئے ہوتا ہے۔

سفر کا حکم:

جس مقصد کے لئے سفر کیا جائے اس کا جو حکم ہے وہی اس سفر کا بھی ہے، اس لئے اگر کسی عبادت کیلئے سفر کیا جائے، جیسے حج اور جہاد کا سفر تو وہ سفر عبادت ہے۔

اور اگر کسی جائز کام کے لئے سفر کیا جائے، جیسے جائز تجارت کا سفر تو وہ جائز سفر ہے۔

اور اگر کسی حرام کام کے لئے سفر کیا جائے، جیسے گناہ کرنے کے لئے اور زمین میں فتنہ وفساد مچانے کے لئے تو وہ حرام سفر ہوگا۔

اس لئے جو شخص حج وغیرہ عبادت کے لئے سفر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے درج ذیل امور کی رعایت کرنی مناسب ہے:

۱- نیت میں اللہ عزوجل کے لئے اخلاص پیدا کرے، یعنی اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور رضا کی نیت کرے، تاکہ اس کے تمام اقوال، افعال

اور مصاریف اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہوں، اس کی نیکیوں میں اضافہ کریں، برائیوں کو ختم کردیں اور درجات کو بلند کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تم جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کروگے، اس پر تمہیں اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالوگے اس پر بھی۔" (بخاری، مسلم)

۲- اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل اور ممنوعات سے پرہیز کا اہتمام کرے، نماز کو وقت پر جماعت سے پڑھنے کا خیال رکھے، اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا رہے، انہیں بھلائی کا حکم دے، اور برائی سے روکے، اور انہیں حکمت اور بہتر طریقہ سے اللہ کی طرف بلاتا رہے۔

اسی طرح زبانی اور عملی محرمات سے پرہیز کا اہتمام کرے، جھوٹ، غیبت، دھوکا دہی، خیانت، چغل خوری اور دیگر برائیوں سے بچتا رہے۔

۳- علم، مال اور جسم کے ذریعہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے، یعنی جو شخص تعاون اور مدد کا محتاج ہو اس کی مدد کرے، طلبہ اور علم کے شیدائیوں کے لئے علمی پیاس بجھائے، مال کی سخاوت کرے، اور اپنے فائدہ کے علاوہ دیگر ساتھیوں کے فائدوں کے بھی لئے اسے خرچ کرے۔ سفر کے اخراجات زیادہ لے جائے، اس لئے کہ بسا اوقات ضرورتیں کثرت سے پیش آتی ہیں اور معاملات مختلف ہو جاتے ہیں۔

خرچ کرتے وقت ہشاش بشاش، خوش دل، اور خوش مزاج ہو، اپنے ساتھیوں کو مسرت پہچانے کا حریص ہو تاکہ وہ محبوب ومقرب بنا رہے۔

اگر ساتھیوں اور ہم سفروں کی جانب سے کچھ سختی اور اختلاف رائے کا سامنا کرنا پڑے تو اسے صبر کرنا چاہئے اور معاملہ کو خوش اسلوبی سے حل کرنا چاہئے، تاکہ اس کا احترام اور عزت ان کے دلوں میں برقرار رہے۔

۴-سفر کے وقت اور دوران سفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں ثابت ہیں انہیں پڑھے، مثلاً سواری پر پاؤں رکھتے وقت: ,,بسم اللہ'' کہے اور جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائے تو اس نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور تین بار ''اللہ اکبر'' کہے:

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:)

﴿لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ○ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ (الزخرف:۱۳، ۱۴)

''تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو، پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

پھر درج ذیل دعاء پڑھے:

"سُبْحانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ، اللهم إنَّا نسألك في سفرنا هذا البرّ والتقوى ومن العمل ماترضى، اللهم هوّن علينا سفرنا هذا واطوعنّا بُعده، اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل، اللهم إني أعوذ بك من وعثاء السفر وكأبة المنظر وسوء المنقلب في المال والأهل"

جب بھی کسی اونچی جگہ سے گزرے اسے اللہ اکبر کہنا چاہئے، اور کسی نشیب میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا چاہئے۔

اور جب کسی جگہ پڑاو ڈالے تو درج ذیل دعا پڑھنی چاہئے:

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شرّمَا خَلَقَ"

"میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ذریعہ ہر اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کئے ہیں۔

اس لئے کہ کسی جگہ ٹھہرتے وقت مذکورہ کلمات کہنے سے اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی تا آنکہ وہاں سے کوچ کر جائے۔

سفر میں نماز کا اہتمام

جس طرح مقیم کے لئے نماز کا اہتمام ضروری ہے اسی طرح مسافر کو بھی جماعت کے ساتھ مقررہ اوقات میں نماز کی ادائیگی کا خیال رکھنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ﴾ (النساء:١٠٢)

"جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو ہٹ کر تمہارے پیچھے ہو جائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آجائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے۔"

اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے حالت جنگ و قتال میں خوف کے باوجود باجماعت نماز پڑھنا واجب کیا ہے تو پھر امن واطمینان کی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ واجب ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سفر و اقامت ہر حال میں

جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے، یہاں تک کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ہم نے دیکھا ہے کہ نماز جماعت سے وہی پیچھے رہ جاتا جو منافق ہوتا اور جس کا نفاق ظاہر تھا، بلکہ ایسا بھی شخص جماعت میں لایا جاتا جسے دو آدمی پکڑ کر لاتے اور صف میں کھڑا کرتے۔" (مسلم)

ضروری ہے کہ مسافر وضو اور طہارت کا خاص اہتمام کرے، چنانچہ چھوٹی ناپاکی جیسے پیشاب، پاخانہ، ہوا خارج ہونے نیز گہری نیند سو جانے کی صورت میں وضو کرے، اور جماع، احتلام وغیرہ کی صورت میں غسل جنابت کرے، اگر پانی نہ پاسکے یا اس کے پاس تھوڑا پانی ہے جس کی ضرورت کھانے پینے کے لئے ہے تو ایسی صورت میں تیمّم کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَإِنْ كُنتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (المائدہ: ٦)

"اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا

تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو، اور اسے اپنے منہ اور ہاتھ پر مل لو، اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو ۔"

وضو اور غسل کا طریقہ سب کو معلوم ہے، البتہ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارے، پھر ان کو اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر ملے۔

صحیح بخاری میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"چہرہ اور ہتھیلیوں پر ملنا تمہارے لئے کافی ہے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کو ملا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے زمین پر صرف ایک بار ہاتھ مارا۔

تیمّم کے ذریعہ طہارت ایک وقتی طہارت ہے، اس لئے جب پانی مل جائے تو وہ طہارت باطل ہو جاتی ہے، اور پانی کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب جنابت کی وجہ سے تیمّم کرے، پھر پانی مل جائے تو ایسی صورت میں اس پر غسل ضروری ہو جاتا ہے اور جب پیشاب پاخانہ کی وجہ سے تیمّم کرے پھر پانی ملے تو ایسی صورت میں اس پر وضو ضروری ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے:

"مسلمان کے لئے پاک مٹی طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک اسے پانی نہ ملے، مگر جیسے ہی پانی ملے اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اپنے جسم سے پانی کو لگانا چاہئے۔" (مسند بزار ۳۱۰ بروایت ابی ہریرہ اسے ابن قطان نے صحیح کہا ہے۔ التلخیص الحبیر ۱/ ۱۵۴)

مسافر کے لئے سنت یہ ہے کہ چار رکعت والی نمازوں کو قصر کرے، یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نماز دو دو رکعت پڑھے، جیسا کہ صحیحین مین ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، آپ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی"

صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"نماز دو رکعت فرض ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعات فرض ہوئیں، اور سفر کی نماز پہلی حالت میں چھوڑ دی گئی۔"

اس لئے مسافر کے لئے سنت ہے کہ وہ چار رکعت والی نمازوں کو اپنے شہر سے نکلنے کے بعد سے لے کر واپسی تک دو دو رکعت پڑھے، خواہ اس کا سفر طویل ہو یا مختصر۔

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں ۱۹ دن قیام کیا اور آپ دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

ہاں جب مسافر کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے جو چار رکعت نماز پڑھ رہا ہے تو ضروری ہے کہ وہ بھی چار رکعت نماز پڑھے، خواہ وہ ابتدائے نماز میں امام کے ساتھ ملے یا درمیان نماز میں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، اس لئے اس کے خلاف نماز نہ پڑھو۔" (بخاری ومسلم بروایت ابی ہریرہ)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"امام کے ساتھ جو نماز تم کو ملے اسے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پوری کرلو۔" (بخاری ومسلم بروایت ابی قتادہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ مسافر کا کیا معاملہ ہے کہ وہ اکیلا نماز پڑھتا ہے تو دو رکعت پڑھتا ہے اور جب مقیم کی اقتدا کرتا ہے تو چار رکعت پڑھتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ یہی سنت ہے۔

اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حالت سفر میں جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور اکیلے پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔

رہا ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرنے کا مسئلہ تو اس بارے میں سنت یہ ہے کہ مسافر وقت ضرورت اسے جمع کر سکتا ہے، جب سفر میں دشواری ہو اور وہ سفر میں ہو تو اس کے لئے جمع تقدیم یا تاخیر میں جو آسان ہو وہ کرے۔

صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے سے قبل سفر کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے، پھر سواری سے اترنے اور ایک ساتھ دونوں نماز پڑھتے، لیکن سفر شروع کرنے سے قبل سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ لیتے پھر آپ سوار ہوتے۔

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھتے۔ (معرفة السنن و الآثار ۶۲۰۳) اس کی سند صحیح ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم ۱/ ۴۸۹ میں ہے۔

لیکن جب مسافر کو نماز اکٹھی پڑھنے کی ضرورت نہ ہو تو جمع نہ کرے، جیسے وہ کسی جگہ ٹھہرا ہو اور وہاں سے دوسری نماز کے وقت ہونے کے بعد ہی سفر کرنا چاہتا ہو تو ایسی صورت میں جمع نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں قیام کے دوران کوئی دو نماز اکٹھی نہیں پڑھی، کیونکہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔

رہی نفلی نماز تو مسافر کے لئے وہی حکم ہے جو مقیم کے لئے ہے، اگر وہ نفلی نماز پڑھنا چاہے تو چاشت کی نماز، قیام اللیل اور وتر وغیرہ پڑھے، سوائے ظہر، مغرب عشاء کی مؤکدہ سنتوں کے۔ اس لئے کہ اس بارے میں سنت یہی ہے کہ سفر کے دوران انہیں نہ پڑھے۔ واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

دوسری فصل

حج کے شروط

اسلامی شریعت اللہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہے جو حکیم ہے، اس میں وہی چیزیں مشروع ہیں جو حکمت و دانائی سے بھری ہیں، اور عدل و انصاف کے موافق ہیں، اس لئے احکام و فرائض بھی ان شروط سے مزین ہیں جو مخلوق کے لئے آسان اور قابل عمل ہیں۔

حج بھی بندوں پر چند شروط کے ساتھ فرض ہے، جو درج ذیل ہیں:

پہلی شرط:

پہلی شرط یہ ہے کہ انسان مسلمان ہو، یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے کافر پر حج فرض نہیں ہے، بلکہ اولا ہم اسے اسلام کی دعوت دیں گے، پھر اسلامی فرائض کا اسے حکم دیں گے، کیونکہ اسلام کے بغیر فرائض قابل قبول نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلاَّ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلاَ يَأْتُونَ الصَّلاَةَ إِلاَّ وَهُمْ كُسَالَى وَلاَ يُنفِقُونَ إِلاَّ وَهُمْ كَارِهُونَ﴾ (التوبہ: ۵۴)

”کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔“

دوسری شرط:

عاقل ہونا، یعنی انسان ہوش وحواس کا مالک ہو، اس لئے پاگل اور مجنون پر نہ تو حج فرض ہے اور نہ اس کا حج ہی درست ہے کیونکہ حج میں نیت اور ارادہ ضروری ہے جو مجنون میں مفقود ہوتا ہے۔

تیسری شرط:

انسان بالغ ہو، مردوں میں بلوغت کی علامت درج ذیل تین چیزوں کے ذریعہ ہوتی ہے:

۱- احتلام کے ذریعہ: یعنی انسان کے جسم سے مادہ منویہ کا اخراج ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا بَلَغَ الأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور:۵۹)

”اور تمہارے بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ کے لئے ضروری ہے۔" (بخاری و مسلم)

۲- زیر ناف بال کا ہونا: یہ ایسا کھردرا بال ہوتا ہے جو شرمگاہ کے ارد گرد بلوغت کے بعد پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ عطیہ القرظی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"بنو قریظہ کے ساتھ جنگ کے دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گے تو جو شخص بالغ تھا یا اس کے موئے زیر ناف تھے وہ قتل کئے گئے اور جس کے نہیں تھے وہ چھوڑ دیئے گئے۔" (ابو داود، ابن ماجہ اور دارمی بسند صحیح)

۳- پندرہ سال کا ہونا: جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"جنگ احد کے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (جنگ میں شرکت کے لئے) لایا گیا، اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی، تو آپ نے مجھے شرکت کی اجازت نہیں دی۔"

بیہقی اور ابن حبان نے یہ کلمات زیادہ کئے ہیں:

آپ نے مجھے بالغ نہیں سمجھا۔

اور جنگ خندق کے دن جبکہ میں پندرہ سال کا تھا مجھے جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی۔

بیہقی اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے:

"آپ نے مجھے بالغ سمجھا۔"

راوی نافع کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو میں ان کے پاس آیااور ان سے مذکورہ حدیث بیان کی، توانہوں نے فرمایا:

"بچہ اور بالغ کے درمیان یہ حد فاصل ہے اور انہوں نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ پندرہ سال کے بچہ کو بالغ سمجھا جائے۔"(بخاری)

خواتین میں بھی مذکورہ تینوں علامتوں کے ذریعہ بلوغت ثابت ہوتی ہے، مگر ان میں چوتھی علامت حیض کا آنا بھی ہے،اس لئے جب لڑکی حائضہ ہو جائے تو اسے بالغ سمجھا جائے، خواہ اس کی عمر دس سال بھی نہ ہو۔

مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوا کہ جو بالغ نہ ہو اس پر حج فرض نہیں کیونکہ وہ کم سن ہوتا ہے اور عموماً واجبات کی ذمہ داریاں نبھانے کا اہل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔(۱) سونے والے سے، جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے (۲) بچہ سے جب تک وہ بڑا نہ ہو جائے (۳) مجنون سے جب تک وہ شفایاب نہ ہو جائے۔"(احمد، ابوداود اور نسائی نیز حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)

لیکن بچہ اگر حج کرے تو اس کا حج درست ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام 'روحاء' میں کچھ لوگوں کو دیکھا تو آپ

نے فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں، پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس پر ایک خاتون نے ایک بچہ اٹھا کر آپ کو دکھایا اور سوال کیا کہ کیا اس بچہ کے لئے حج ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں اور اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ (مسلم)

اور جب بچہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو درست قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے اس حج کے تمام تقاضے پورے کرنے ہوں گے، یعنی جس طرح ایک عام حاجی احرام کے تمام ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے وہ بھی اسی طرح ان ممنوعات سے پرہیز کرے گا، مگر اس کے لئے رخصت ہے کہ اس کا قصداً فعل بھی خطا شمار ہوگا اس لئے اگر وہ ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

چوتھی شرط:

آزادی: اس لئے غلام پر حج فرض نہیں ہے، کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

پانچویں شرط:

مال اور جسم کی استطاعت کا ہونا: یعنی جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے اس کے پاس اتنا مال ہو جو حج کی آمد و رفت کے اخراجات اور دیگر ضروریات کے لئے کافی ہو، اور یہ مال اس کے پاس قرض کی ادائیگی اور واجب مصاریف نیز کھانے پینے،

بود و باش اور دیگر اخراجات سے زائد ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾
(آل عمران:۹۷)

"اور اللہ کے لئے ان لوگوں پر جو اس کے راستے کی طاقت رکھتے ہوں، اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔"

استطاعت کے ضمن میں عورت کے لئے سفر حج میں محرم کا ہونا ضروری ہے، اس لئے جس خاتون کے ساتھ محرم نہ ہو اس کے لئے حج واجب نہیں، کیونکہ بغیر محرم کے سفر جائز نہیں۔ خواہ سفر طویل ہو یا مختصر، اسی طرح خواہ اس کے ساتھ دیگر خواتین ہوں یا نہ ہوں، یا عورت خوبصورت جوان ہو یا بوڑھی بد صورت، یا سفر بذریعہ ہوائی جہاز ہو یا اس کے علاوہ۔ کیونکہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے:

"کوئی مرد کسی خاتون کے ساتھ اس کے محرم کے بغیر اکیلے میں نہ ہو، اور نہ عورت محرم کے بغیر سفر ہی کرے۔"

اس پر ایک شخص نے کہا:

اے اللہ کے رسول میری بیوی حج کے لئے گئی ہے اور میں نے فلاں غزوہ میں اپنا نام لکھایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔" (بخاری و مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تفصیل نہیں پوچھی کہ اس کے ساتھ دیگر خواتین ہیں یا نہیں؟ یا وہ جوان اور خوبصورت ہے یا نہیں؟ یا وہ محفوظ طریقہ پر جا رہی ہے یا نہیں وغیرہ۔

محرم کے بغیر عورت کو سفر سے روکنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ فتنہ وفساد سے مامون رہے اور فاسق وفاجر لوگوں سے محفوظ رہے، کیونکہ وہ اپنی عقل وفکر اور دفاع نفس کے معاملے میں کمزور ہوتی ہے، نیز مردوں کا مطمح نظر ہوتی ہے اور بسا اوقات فریب اور زبردستی کا شکار ہوسکتی ہے، اس لئے حکمت کا تقاضا تھا کہ اسے ایسے محرم کے بغیر سفر سے روک دیا جائے جو اس کی حفاظت کرسکے اور اس لئے یہ بھی شرط ہے کہ محرم عاقل وبالغ ہو، بچہ اور پاگل محرم کی معیت کافی نہیں ہے۔ محرم، عورت کا خاوند ہے اور ہر وہ مرد ہے جس پر وہ خاتون قرابت، رضاعت یا مصاہرت کی بنا پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہے۔

قرابت کی بنا پر محرم سات ہیں:

۱- باپ، دادا، نانا وغیرہ اوپر تک۔

۲- بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ نیچے تک۔

۳- بھائی خواہ سگا ہو یا باپ کی جانب سے یا ماں کی جانب سے۔

۴- چچا خواہ سگا ہو یا باپ کی جانب سے یا ماں کی جانب سے اور چچا خواہ اس خاتون کا ہو یا اس کے ماں باپ کا، اس لئے کہ ایک شخص کا چچا اس کا بھی چچا ہوتا ہے اور اس کی اولاد کا بھی، نیچے تک۔

۵- ماموں خواہ سگا ہو یا ماں یا باپ کی جانب سے، اور خواہ اس عورت کا ہو یا اس کے ماں باپ کا، اس لئے کہ ایک شخص کا ماموں اس کا بھی ماموں ہوتا ہے اور اس کی اولاد کا بھی۔

۶- بھتیجے اور ان کے لڑکے لڑکیوں کی اولاد، خواہ سگے ہوں یا ماں یا باپ کی جانب سے۔

۷- بھانجے اور ان کے لڑکے لڑکیوں کی اولاد خواہ سگے ہوں یا ماں یا باپ کی جانب سے۔

رضاعی محارم:

رضاعی محرم نسبی محرم کی طرح ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

سسرالی محارم چار ہیں:

۱- شوہر کے لڑکے، پوتے، نواسے نیچے تک۔

۲- شوہر کے باپ، دادے اوپر تک خواہ علاتی ہوں یا اخیافی۔

۳- داماد، پوتا داماد، نواسا داماد، نیچے تک۔

مذکورہ تینوں قسم کے محارم کے اثبات کیلئے صحیح نکاح کرلینا ہی کافی ہے، بھلے ہی شوہر خلوت صحیحہ اور دخول سے پہلے بیوی کو طلاق دیدے۔

۴- خسر، دادا خسر، اوپر تک خواہ علاتی ہوں یا اخیافی۔

ان محارم کے اثبات کے لئے صحیح نکاح کے ذریعہ جماع لازمی ہے، اس لئے اگر کوئی شخص کسی خاتون سے نکاح کرے، پھر مباشرت سے پہلے اسے طلاق دیدے تو ایسی صورت میں وہ شخص اس خاتون کی بچیوں کے لئے محرم نہیں بن سکتا۔

اگر کوئی شخص مال کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس پر حج فرض نہیں، لیکن اگر وہ مالی استطاعت رکھتا ہو مگر صحت کی جانب سے عاجز ہو، تو اس صورت میں ہم دیکھیں گے کہ اگر اس کی عاجزی وقتی ہے، جیسے کسی ایسے مرض کا شکار ہے جس سے شفایابی ہو سکتی ہے تو شفایابی کا انتظار کیا جائے گا، پھر حج کرے گا۔

اور اگر عاجزی ایسی ہے جس سے شفایابی کی امید نہیں، جیسے بڑھاپا، یا دائمی مرض جس سے شفایابی کی امید نہیں تو اس صورت میں اس کی جانب سے کوئی دوسرا شخص حج بدل کرے گا، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے:

"قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! میرا باپ بہت بوڑھا ہے، اور اس پر حج فرض ہو گیا ہے، وہ اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا، آپ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے حج کرو۔" (رواہ الجماعۃ)

یہ حج کے وجوب کی وہ شرطیں ہیں جن کا پایا جانا لازمی ہے، اور ان شرطوں کا اعتبار کرنا رحمت وحکمت اور عدل کے موافق ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (المائدہ:۵۰)

"یقین رکھنے والوں کیلئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔"

تیسری فصل

مواقیت کا بیان اور حج کی قسمیں

میقات کی دو قسمیں ہیں۔(۱)زمانی(۲)مکانی۔

۱- میقات زمانی جو حج کے لئے خاص ہے۔البتہ عمرہ کے لئے کوئی مخصوص زمانہ نہیں۔

حج کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ﴾(البقرہ:۱۹۷)

”حج کے مخصوص مہینے ہیں۔“

یعنی شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ۔

۲- میقات مکانی یعنی جہاں سے حج کے لئے احرام باندھا جائے اور مناسک حج میں داخل ہوا جائے، وہ پانچ ہیں، ان جگہوں کی تعیین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

صحیحین میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم میقات

متعین کیا ہے۔ یہ مواقیت مذکورہ بالا لوگوں کے لئے ہیں اور ان کے علاوہ ان لوگوں کے لئے بھی جو حج و عمرہ کی نیت سے وہاں سے آئیں۔ ہاں جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے اپنے مکان سے ہی احرام باندھنا ہے، اسی طرح جو لوگ مکہ کے باسی ہیں وہ وہیں سے احرام باندھیں گے۔"

اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات متعین کیا۔ (ابوداود و نسائی)

میقات اول:

ذوالحلیفہ جس کو ابیار علی بھی کہتے ہیں، اس میقات اور مکہ کے درمیان دس مراحل کا فاصلہ ہے -اور یہ میقات مکہ سے سب سے دور بھی ہے -(مترجم) یہ مدینہ والوں کی اور جو اس راستہ سے گذریں ان کی میقات ہے۔

میقات دوم:

جحفہ، ایک قدیم گاؤں تھا، جس کی مسافت مکہ سے تین مرحلہ کے فاصلہ پر تھی، اب وہ گاؤں اجڑ چکا، اس لئے لوگ اب مقام رابغ سے احرام باندھتے ہیں، یہ اہل شام اور ان کی میقات ہے جو یہاں سے گزریں، شرط یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے ذوالحلیفہ سے نہ گذرے ہوں، اگر وہ ذوالحلیفہ سے گذر رہے ہوں تو وہیں سے ان کو احرام باندھنا ضروری ہے۔

میقات سوم:

قرن المنازل جس کو سیل بھی کہتے ہیں، اس کے اور مکہ کے درمیان دو مرحلہ کا فاصلہ ہے، یہ اہل نجد اور جو اس راستہ سے گذریں ان کی میقات ہے۔

میقات چہارم:

یلملم یہ ایک پہاڑ یا تہامہ میں ایک جگہ کا نام ہے، اس کو آج کل سعدیہ بھی کہتے ہیں، مکہ اور اس کے درمیان قریب دو مرحلہ کا فاصلہ ہے، یہ اہل یمن اور جو اس راستہ سے گذریں ان کی میقات ہے۔

میقات پنجم:

ذات عرق، اہل نجد اس کو "ضریبہ" بھی کہتے ہیں، مکہ اور اس کے مابین دو مرحلہ کی دوری ہے، یہ اہل عراق اور جو اس راستہ سے گذریں ان کی میقات ہے۔

مذکورہ میقاتوں کے مقابلے میں جو لوگ مکہ کے قریب رہتے ہیں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں گے، اور مکہ والے خود مکہ سے احرام باندھیں گے، سوائے عمرہ کی صورت میں، اس لئے کہ جو لوگ حرم کے پاس ہیں وہ قریب ترین حِلّ میں جاکر احرام باندھیں گے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر سے فرمایا:

"اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب انہوں نے عمرہ کرنے کی خواہش

ظاہر کی، حرم سے باہر لے جاؤ، وہاں جا کر وہ عمرہ کا احرام باندھیں۔“
(بخاری ومسلم)

البتہ جو ان مواقیت کے دائیں بائیں سے آئے تو جب قریب ترین میقات کے برابر میں آجائے وہیں سے احرام باندھے، لیکن اگر کسی میقات کے برابر سے نہ آسکے جیسے سوڈان کے سواکن علاقہ سے آنے والے یا ان کے راستے سے گذرنے والے، تو وہ جدہ سے احرام باندھیں گے۔

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے بغیر احرام کے ان مواقیت سے آگے بڑھنا جائز نہیں، اور اس بنیاد پر ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا اگر وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ میقات کے اوپر یا اس کے برابر سے گذرے تو وہ احرام میں داخل ہو جائے، اس لئے وہ میقات آنے سے پہلے احرام کی تیاری کرے، اس کے کپڑے پہن لے اور جب میقات کے برابر میں آجائے تو فوراً احرام کی نیت کرلے۔

اس کے لئے جدہ میں اتر کر احرام باندھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اللہ کے حدود سے تجاوز کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ (الطلاق:۱)

”جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔“

اور فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (البقرہ:۲۲۹)

”جولوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (النساء:۱۴)

”جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا، اس کو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کردے گا اور اس کے لئے رسواکن عذاب ہے۔“

اگر کوئی شخص جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا، ان مواقیت سے گذر جائے، پھر اس کے بعد اس کو حج یا عمرہ کرنے کا خیال پیدا ہو تو وہ اسی مقام سے جہاں سے اس نے عزم مصمم کیا ہے احرام باندھے گا، اس لئے کہ بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

”جو شخص ان مواقیت کے اندر ہو تو جہاں سے وہ چلے گا وہیں سے احرام باندھے گا۔“

اور اگر کوئی شخص جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ان مواقیت سے گذرے، وہ مکہ کسی اور مقصد سے جارہا ہے، جیسے حصول علم کے لئے یا کسی رشتہ دار کی زیارت

کے لئے، یا علاج کے لئے، یا تجارت کی غرض سے یا کسی اور کام سے، اور اس نے اس فریضہ کو ادا کر لیا ہے تو اس پر ان مواقیت سے گذرتے وقت احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اسی مذکورہ روایت میں ہے:

"یہ مواقیت ان لوگوں کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں، اور وہاں سے گذر کر آرہے ہوں، وہاں کے باسی نہ ہوں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا اس پر احرام واجب نہیں۔

جو شخص ان دونوں فریضوں کو ادا کر چکا ہو اس کے لئے حج یا عمرہ کا ارادہ کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ دونوں عمر میں صرف ایک بار واجب ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس سلسلے میں سوال کیا گیا کہ کیا حج ہر سال واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

"حج صرف ایک بار فرض ہے، اور اس سے زیادہ ہو تو وہ نفل ہے۔"

اسی طرح عمرہ بھی حج کی طرح زندگی میں ایک بار واجب ہے، لیکن جو لوگ حج کے مہینوں میں ان مواقیت سے گذر رہے ہوں ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ عمرہ یا حج کا احرام باندھنا نہ چھوڑیں، باوجودیکہ وہ مذکورہ فریضہ پہلے ادا کر چکے ہوں، تاکہ ان کو اس کا اجر حاصل ہو اور اس مسئلہ میں ان کے اوپر احرام واجب ہونے کے سلسلے میں علماء کے مابین جو اختلاف ہے اس مشکل سے وہ نکل جائیں۔

حج کے اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

اول: تمتع:

حج تمتع یہ ہے کہ حج کرنے والا حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھے، پھر طواف، سعی اور بال کٹوا کر فارغ ہونے کے بعد احرام کھول دے، اور حلال ہو جائے، پھر اسی سال حج کے وقت حج کا احرام باندھ کر حج کرے۔

دوم: قران

حج قران یہ ہے کہ حج کرنے والا عمرہ اور حج کی ایک ساتھ نیت کر کے احرام باندھے، یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے، لیکن طواف شروع کرنے سے قبل حج کو بھی اپنے احرام میں داخل کر لے، اور جب مکہ پہنچے تو طواف قدوم کرنے کے بعد صفا اور مروہ کے مابین حج اور عمرہ دونوں کی ایک سعی کرے، پھر وہ احرام کی حالت میں عید کے دن تک، یعنی حلال ہونے کے دن تک باقی رہے۔

حج قران کرنے والے کے لئے طواف قدوم کے بعد سعی کو حج کے طواف کے بعد تک مؤخر کرنا جائز ہے، خاص طور پر جبکہ مکہ میں اس کی آمد دیر سے ہو اور سعی کرنے کی صورت میں حج کے اعمال چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

سوم:افراد

حج افراد یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف حج کا احرام باندھے، یعنی صرف حج کے احرام کی نیت کرے، جب وہ مکہ پہنچ جائے تو طواف قدوم کرے، حج کی سعی کرے اور حلال ہونے کے دن تک یعنی عید کے دن تک احرام کی حالت میں برقرار رہے۔ اس لئے قران کرنے والے کی طرح اس کے لئے طواف حج کے بعد تک سعی کو مؤخر کرنا جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج افراد اور حج قران کرنے والے کا عمل برابر ہے، البتہ قارن پر ہدی ہے، کیونکہ اس کو دو فریضہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اور مفرد کو نہیں اس لئے اس پر قربانی کرنا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا حج کی تینوں قسموں میں سب سے افضل حج تمتع ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اسی کا حکم دیا، اور اسی کی حوصلہ افزائی کی، بلکہ تمتع کے لئے ان کو حکم دیا کہ اپنے حج کی نیتوں کو عمرہ کی نیتوں میں بدل ڈالیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ان سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین، انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا، جب ہم مکہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے حج کے احرام کو عمرہ میں بدل دو، سوائے ان لوگوں کے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں۔"

چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی اور اپنی بیویوں کے پاس آئے اور کپڑے پہن لئے۔ (بخاری)

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھے ہوئے نکلے، ہمارے ساتھ بچے اور عورتیں تھیں، جب ہم مکہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:

"جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو، وہ حلال ہو جائے، اس پر ہم نے کہا کون سا حلال: آپ نے فرمایا کہ حلال کامل، چنانچہ ہم اپنی بیویوں کے پاس آئے، سلے ہوئے کپڑے پہنے اور خوشبو استعمال کی، پھر ترویہ کے روز ہم نے حج کا احرام باندھا۔" (مسلم)

مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا، تم میں سب سے سچا اور نیک ہوں، اگر میرے ساتھ ہدی کے جانور نہ ہوتے تو جس طرح تم حلال ہوئے میں بھی حلال ہو جاتا اور جس معاملے کو میں نے بعد میں

جانا، اگر پہلے معلوم ہو چکا ہوتا تو میں ہدی کا جانور ساتھ نہ لاتا، اس لئے تم لوگ ہو جاؤ۔"

چنانچہ ہم لوگ حلال ہو گئے اور ہم نے آپ کی سمع وطاعت کی۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:

"جس معاملے کا علم مجھے بعد میں ہوا اگر پہلے ہو چکا ہوتا تو میں ہدی کا جانور نہ لاتا۔"

حج کے دیگر اقسام کے بالمقابل تمتع کی فضیلت میں نص صریح ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہدی کا جانور ساتھ لانے کی وجہ سے حلال نہ ہوئے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ حاجی کے لئے حج تمتع زیادہ آسان ہے، وہ حج وعمرہ کے مابین حلال ہو کر تحلل سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ "اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں" سے مقصود بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے سادہ اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔" (احمد ۶/ ۱۱۶، بروایت عائشہ، نیز اسے سخاوی نے المقاصد الحسنہ (۲۱۴) میں اور مناوی نے فیض القدر (۳/ ۲۰۳) میں حسن کہا ہے)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاجی حج تمتع کا احرام باندھتا ہے لیکن وقوف عرفہ سے پہلے وہ عمرہ پورا نہیں کرپاتا، اس حالت میں عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے اسے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی داخل کر لینا چاہئے اور اس صورت میں وہ قارن ہو جائے گا۔

اس کے لئے ہم دو مثال پیش کرتے ہیں۔

پہلی مثال: کسی خاتون نے حج تمتع کے لئے عمرہ کا احرام باندھا لیکن وہ طواف سے پہلے ہی حیض یا نفاس میں مبتلا ہو گئی، اور عرفہ کے وقوف سے پہلے پاک نہ ہو سکی، تو وہ حج کا احرام باندھ لے گی اور قارن ہو جائے گی، اور جو کچھ حجاج لوگ کرتے ہیں وہ کرے گی، مگر غسل اور پاکی سے پہلے وہ نہ تو طواف کرے گی اور نہ صفا و مروہ کے مابین سعی کرے گی۔

دوسری مثال:

کسی شخص نے حج تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھا، مگر وقوف عرفہ سے پہلے وہ مکہ میں داخل ہونے کی قدرت نہ پا سکا، تو وہ عمرہ کے ساتھ حج کو شامل کر لے گا، اور قارن ہو جائے گا، کیونکہ عمرہ کی تکمیل اس کے لئے دشوار ہو گئی۔

چوتھی فصل:

کس حج میں قربانی ضروری ہے، اور قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے؟

تیسری فصل میں یہ بات گزرچکی ہے کہ حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع، قران اور افراد۔

مذکورہ تینوں قسموں میں سے قران اور تمتع میں قربانی واجب ہے۔

حج تمتع کرنے والا کون ہے؟

حج تمتع کرنے والا وہ شخص ہے جو حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے، پھر عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو جائے اور اسی سال وہ حج کا احرام بھی باندھے، اس لئے اگر وہ شوال کے مہینے سے قبل عمرہ کی ادائیگی کرے اور مکہ ہی میں ٹھہرا رہے، اور اسی سال وہ حج بھی کرے تو وہ حج تمتع کرنے والا نہیں ہوگا، اور نہ اس کے اوپر قربانی واجب ہے، کیونکہ اس کا عمرہ حج کے مہینوں کے آنے سے پہلے ہو گیا۔

اسی طرح اگر وہ شوال کا مہینہ آجانے کے بعد عمرہ ادا کرے، مگر حج دوسرے سال میں کرے تو اس پر بھی قربانی نہیں ہے، کیونکہ اس کا عمرہ دوسرے سال میں ہے اور حج دوسرے سال میں، اور اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کرے اور

اس سے حلال ہو کر اپنے شہر کو لوٹ جائے، پھر صرف حج کی نیت سے دوبارہ مکہ آئے تو وہ متمتع نہیں ہوگا کیونکہ اس نے صرف حج کیلئے ایک مستقل سفر کیا ہے۔

حج قران کرنے والا:

حج قران کرنے والا وہ شخص ہے جو ایک ساتھ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے، یا پہلے عمرہ کی نیت کرے پھر اس کا طواف شروع کرنے سے پہلے حج کو اس میں داخل کرلے، جیساکہ پہلے ذکر کیا گیا۔

حج قران یا تمتع کرنے والے پر اسی صورت میں قربانی واجب ہے جب وہ مکہ کا باشندہ یا اس میں سکونت پذیر نہ ہو، اگر وہ حرم یا مکہ میں رہائش پذیر ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں، جیساکہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾
(البقرہ:۱۹۶)

”یہ حکم (یعنی قربانی کا) ان کیلئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔“

اور اگر جدہ والے حج تمتع یا قران کی نیت کریں گے تو ان پر قربانی واجب ہے، اس لئے کہ وہ مسجد حرام کے رہنے والے نہیں ہیں۔

اور جو شخص مکہ کا باشندہ ہو مگر تلاش علم یا کسی اور مقصد سے وہاں سے سفر کو گیا ہو، پھر وہ حج تمتع یا قران کی نیت سے مکہ آئے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، کیونکہ اعتبار یہاں پر اس کی اصل اقامت اور اصل سکونت کا ہوگا جو کہ مکہ ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص مکہ کا باشندہ ہو مگر سکونت کی خاطر وہاں سے دوسری جگہ چلا گیا ہو پھر وہ قران یا تمتع کی نیت کر کے حج کو آئے تو اس پر قربانی واجب ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں نہیں ہوگا۔

اگر حج تمتع کرنے والے یا قران کرنے والے کے پاس قربانی کا جانور دستیاب نہ ہو نہ اس کی قیمت اس کے پاس ہو، اس طرح کہ اس کے پاس صرف اتنا مال ہو جس سے وہ اپنا ضروری خرچ اور واپسی کا خرچ پورا کر سکتا ہے تو اس صورت میں اس پر قربانی واجب نہیں ہے، ہاں اس کے لئے اس کے بدلے روزہ ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

"تو جو شخص عمرہ سے لیکر حج تک تمتع کرے، پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے اور جسے طاقت ہی نہ ہو تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں، یہ پورے دس ہو گئے۔"

حج کے دنوں کے تین روزے تشریق کے ایام جو ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ ذوالحجہ کے ہیں ان میں رکھنا درست ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

"تشریق کے ایام میں سوائے ان لوگوں کے جن کے پاس قربانی کے جانور کی استطاعت نہ ہو اور وں کے لئے روزہ رکھنے کی رخصت نہیں۔"
(بخاری)

اسی طرح عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی کو معلوم ہو کہ اس کے پاس قربانی کی طاقت نہیں ہے تو وہ ایام تشریق سے پہلے بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل کر دیا گیا ہے۔"

اس لئے جس شخص نے عمرہ کے ایام میں روزہ رکھا گویا اس نے حج میں روزہ رکھا، مگر عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں، جیسا کہ ابو سعید خدری والی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ تینوں روزوں کا مسلسل یا متفرق دونوں طریقوں سے رکھنا درست ہے، مگر تشریق کے ایام کے بعد مؤخر کرنا درست نہیں۔ رہے باقی سات روزے تو وہ گھر واپس آنے کے بعد مسلسل یا متفرق دونوں طریقوں سے رکھ سکتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بس واجب کیا ہے، مسلسل رکھنے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

قربانی سے متعلق مسائل

پہلا مسئلہ: قربانی کے جانور کی قسمیں۔

دوسرا مسئلہ: قربانی کے جانور میں کن چیزوں کا پایا جانا ضروری یا مناسب ہے۔

تیسرا مسئلہ: قربانی کی جگہ۔

چوتھا مسئلہ: قربانی کا وقت۔

پانچواں مسئلہ: قربانی کا مشروع طریقہ۔

چھٹا مسئلہ: قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کریں۔

قربانی کے جانور کی قسمیں:

قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری اور مینڈھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ﴾ (الحج: ۳۴)

"اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپایوں (جانوروں) پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔"

آیت کریمہ میں چوپایوں سے مراد اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں، قربانی مین ایک شخص کی جانب سے ایک بکرا کافی ہے، مگر گائے اور اونٹ مین سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اونٹ اور گائے میں ایک جانور میں سات آدمی کو شریک ہونے کا حکم دیا۔" (بخاری و مسلم)

جانور میں کن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے؟

قربانی کے جانور میں دو چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) جانور کا واجبی عمر کو پہنچنا جو کہ اونٹ میں پانچ سال، گائے میں دو سال اور بکرے میں ایک سال ہے، اور مینڈھے میں کم از کم چھ ماہ ضروری ہے، اس سے کم عمر کا جانور ذبح کرنا قربانی کے لئے درست نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ایک سال سے کم عمر کا جانور ذبح نہ کرو، ہاں اگر دشواری ہو تو مینڈھوں میں جذعہ (جو کہ چھ ماہ کا ہوتا ہے) ذبح کر سکتے ہو۔" (بخاری کے علاوہ اس حدیث کو دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے)

(۲) ان چار عیوب سے جانور کا صحیح سالم ہونا ضروری ہے جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچنے کا حکم دیا ہے۔

الف: کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، رہا اندھا تو وہ تو بدرجۂ اول درست نہیں ہے۔

ب: وہ بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، خارش یا کسی اور وجہ سے۔

ج- لنگڑا جانور جس کا لنگ ظاہر ہو، یا وہ جانور جو چل نہیں پاتا ہو، اور جس کا ایک پاؤں کٹا ہو وہ بدرجۂ اولی درست نہیں ہے۔

د- اتنا دبلا جانور جس میں گودا اور گوشت ہی نہ ہو۔ مؤطا امام مالک میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، "قربانی کے جانوروں میں کن چیزوں سے احتراز کیا جائے" آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا چار چیزوں سے۔ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

حضرت براء اپنے ہاتھ سے اشارہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے میرا ہاتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے چھوٹا ہے، باقی رہے وہ عیوب جو مذکورہ چاروں عیوب سے کم ہیں، جیسے جانور کے کان کا کٹا یا پھٹا ہونا، یا سینگ کا ٹوٹا ہونا تو یہ مکروہ ہیں، اور صحیح قول کے مطابق ایسے جانور بھی قربانی کے لئے کفایت کر سکتے ہیں۔

البتہ جانور میں جو چیزیں مناسب طور پر ہونی چاہئیں وہ یہ ہیں کہ جانور موٹا، خوبصورت، بڑے جسم کا اور طاقتور ہو، اور جتنا عمدہ ہوگا اللہ کے نزدیک اتنا ہی پسندیدہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور عمدگی وپاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔

قربانی کی جگہ:

منیٰ، پورا مکہ اور حدود حرم میں قربانی کرنا درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"مکہ کی تمام گلیاں قربان گاہ اور راستے ہیں۔" (ابوداوٗد)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پورا حرم قربان گاہ ہے، جہاں کہیں قربانی کرے، حج اور عمرہ کے لئے کفایت کرے گا۔

اس بنا پر عید کے دن یا دیگر تین دنوں میں اگر فقراء اور مساکین کے لئے مکہ میں ذبح کرنا زیادہ فائدہ مند اور مناسب ہو تو مکہ ہی میں ذبح کرے، مگر جو شخص حدود حرم سے باہر عرفات یا اس کے علاوہ حلال جگہ میں قربانی کرے گا تو مشہور قول کے مطابق وہ کافی نہیں ہوگا۔

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت عید کے دن سے شروع ہوتا ہے، جب سورج نیزہ برابر بلند ہو جائے اور نماز کی ادائیگی کے برابر وقت گذر جائے، اس وقت سے لیکر تشریق کے تین دنوں کے اخیر تک اس کا وقت باقی رہتا ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی عید کے دن چاشت کے وقت کی اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"تشریق کے تمام ایام قربانی کے ہیں۔" اس لئے حج تمتع یا قران والی قربانی کو عید کے دن سے پہلے کر لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قربانی نہیں کی اور آپ نے فرمایا:

"مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔"

اسی طرح قربانی کو تشریق کے ایام کے بعد کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں قربانی کے دنوں کے باہر قربانی کرنا ہو جائے گا، جو درست نہیں ہے۔

قربانی کے چار دنوں میں رات اور دن میں کسی بھی وقت قربانی کرنا جائز ہے مگر دن مین قربانی کرنا افضل اور بہتر ہے۔

قربانی کرنے کا طریقہ:

اونٹ کی قربانی کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کا بایاں پاؤں بندھا ہو اور کھڑا کھڑا اسے قربان کیا جائے، اگر کھڑا کر کے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بٹھا کر بھی قربانی کر سکتے ہیں، اونٹ کے علاوہ دیگر جانور پہلو کے بل لٹا کر قربان کرنا چاہئے، نحر اور ذبح دونوں میں فرق یہ ہے کہ نحر سینہ کے قریب گردن کے نچلے حصہ میں ہوتا ہے جبکہ ذبح گردن کے اوپری حصہ میں جو سر کے قریب ہوتا ہے، وہاں ہوتا ہے۔

ذبح میں دونوں شہہ رگ کو کاٹ کر خون بہانا ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جس جانور کا خون بہے اور اللہ کا نام لیا جائے اسے کھاؤ، مگر دانت اور ناخن سے احتراز کرنا۔" (بخاری ومسلم)

جانور کا خون اس وقت بہے گا جبکہ حلق کے اردگرد کی دو موٹی رگوں کو کاٹا جائے جو حلق کو کاٹنے پر ہی کٹ سکتی ہیں، ذبح کرنے والا ذبح کے وقت بسم اللہ ضرور کہے، ورنہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کا کھانا جائز نہیں، اور ایسا جانور مردہ ہے وہ قربانی کے لائق بھی نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلاَ تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ (الانعام:۱۲۱)

"اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے۔"

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (الحج:۲۸)

"اسے (خود بھی) کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حکم دیا کہ ہر قربانی کے اونٹ کا تھوڑا گوشت لیا جائے، چنانچہ ایک ہانڈی میں گوشت اکٹھا کر کے پکایا گیا، پھر آپ نے اس گوشت میں سے کھایا اور شوربہ پی لیا۔ (مسلم)

مسنون یہ ہے کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، ذبح کر کے قربانی کو پھینک دینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مال کا نقصان کرنا اور اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو جو کھلانے کا حکم دیا ہے اس سے اعراض ہے، ہاں اگر ذبح کرتے وقت آس پاس فقراء اور مساکین موجود ہوں اور ذبح کر کے گوشت ان کے حوالہ کر دیں تو اس صورت میں ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا حجاج کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ تمام اعتبار سے اپنی قربانی کا خیال رکھیں، تاکہ ان کی قربانی اللہ کے نزدیک مقبول اور اللہ کے بندوں کے لئے مفید اور نفع بخش ہو۔

اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ حج تمتع یا قران کرنے والے پر قربانی کا واجب ہونا یا استطاعت نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا، یہ حاجیوں پر کوئی جرمانہ یا تاوان نہیں ہے اور نہ بغیر فائدہ کے کوئی سزا وغیرہ ہے بلکہ یہ حج کی تکمیل اور اس کی ادائیگی ہے، یہ اللہ کی رحمت اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے وہ چیزیں مشروع کیں جن میں اس کی عبادت کی تکمیل، اس کے تقرب کا حصول، اجر میں زیادتی، درجات میں بلندی، قابل قدر کوشش اور خرچ کا بدلہ موجود ہے۔ یہ اللہ کی نعمت ہے جس پر وہ قربانی کے ذریعہ یا روزہ کے ذریعہ شکریہ کا مستحق ہے، اس لئے وہ قربانی مجبوری کی نہیں بلکہ شکریہ کی ہے، حاجی خود بھی کھائے، ہدیہ دے اور صدقہ کرے۔

بہت سے افراد اس بڑے فائدے کو محسوس نہیں کرتے، اس لئے وہ قربانی دینے سے بھاگتے ہیں، اور ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتے ہیں کہ قربانی نہ دینا پڑے، بلکہ بہت سے لوگ صرف اس وجہ سے حج افراد کرتے ہیں تاکہ انہیں قربانی نہ دینا پڑے، یا روزہ نہ رکھنا پڑے، اس لئے وہ تمتع اور قربانی یا اس کے بدلے روزہ کے اجر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

پانچویں فصل:

ممنوعات احرام کا بیان

ممنوعات احرام کیا ہیں؟

حج اور عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد محرم کے لئے جو چیزیں منع ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

۱- جو چیزیں مرد و عورت دونوں کے لئے حرام ہیں۔

۲- جو چیزیں صرف مرد کے لئے حرام ہیں۔

۳- جو چیزیں صرف عورتوں کے لئے حرام ہیں۔

مرد و عورت کے لئے حالت احرام میں ممنوع چیزیں:

۱- سر کا بال منڈوانا یا زائل کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

''اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی کا جانور قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔''

اور جمہور اہل علم نے باقی جسم کے بال کو سر کے بال کا حکم دیا ہے، اس لئے

محرم کے لئے بدن کے کسی بھی حصہ کا بال زایل کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سرمنڈانے کا فدیہ اس آیت میں یوں بیان کیا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

”اس لئے تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزہ رکھ لے، خواہ صدقہ دے، خواہ قربانی کرے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی مقدار تین دن مقرر فرما دی، اور صدقہ کی مقدار چھ مسکین کے لئے تین صاع خوارک، یعنی ہر مسکین کو آدھا ساع غلہ۔ اسی طرح ایک بکری کی قربانی دینی ہوگی جو تندرست اور قربانی کے لائق عمر کو پہنچی ہو۔ علمائے کرام اس فدیہ کو فدیہ اذیٰ کہتے ہیں جو آیت مذکورہ میں ﴿أَذًى مِنْ رَأْسِهِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

۲- ناخن ترشوانا، کاٹنا، یا اکھیڑنا، اہل علم کے مشہور قول کے مطابق اس کو بھی بال منڈوانے پر قیاس کیا جاتا ہے۔

ناخن خواہ ہاتھ کا ہو یا پاؤں کا، دونوں میں کوئی فرق نہیں، ہاں اگر ناخن ٹوٹ جائے جس کی وجہ سے تکلیف ہو تو تکلیف دہ حصہ کو کاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

۳-احرام کے ممنوعات میں تیسری چیز حالت احرام میں ہو جانے کے بعد کپڑا یا بدن پر یا ان کے علاوہ جو چیز بدن کو مس کرے، ان میں خوشبو کا استعمال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم شخص کے لئے فرمایا:

”وہ ایسا کپڑا نہ پہنے جس میں زعفران یا ورس (ایک خوشبودار پودا) لگا ہو۔“

اور آپ نے اس محرم کے سلسلے میں جسے وقوف عرفہ کے دوران اس کی اونٹنی نے گرادیا تھا جس کی وجہ سے وہ مر گیا، فرمایا:

”اسے خوشبو مت لگانا“ اور وجہ یہ بتائی کہ قیامت کے دن وہ تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔ (مذکورہ دونوں حدیث صحیح ہیں)

اور ان سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے خوشبو لگانا منع ہے، اسی طرح محرم کیلئے قصداً خوشبو سونگھنا جائز نہیں اور نہ اس کے قہوہ میں زعفران ملانا درست ہے، کیونکہ وہ قہوہ کو خوشبودار کر دیتا ہے، اسی طرح اس کی چائے میں گلاب وغیرہ کا پانی ملانا بھی درست نہیں جس سے خوشبو اور مزا بدل جائے۔

اسی طرح اس کے لئے خوشبودار صابن کا استعمال درست نہیں، ہاں اگر وہ خوشبو جسے احرام میں داخل ہونے سے پہلے استعمال کیا تھا، اگر وہ حالت احرام میں بھی باقی رہ گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں حالت احرام میں مشک کی چمک دیکھا کرتی تھی۔" (بخاری ومسلم)

۴- ممنوعات احرام میں چوتھی چیز نکاح کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"محرم نہ تو خود نکاح کرے، نہ دوسرے کا نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام دے۔" (مسلم)

اس لئے محرم کے لئے کسی خاتون سے بذاتِ خود شادی کرنا، یا وکالت اور ولایت کے ذریعہ اس کی شادی کرانا، یا احرام کھولنے سے پہلے کسی خاتون کو شادی کا پیغام دینا یا دلانا جائز نہیں ہے، اسی طرح محرم عورت کی شادی کرانا بھی جائز نہیں، حالت احرام کی شادی فاسد ہے درست نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جو شخص کوئی ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا ہے، تو وہ کام مردود ہے۔"

۵- حالت احرام میں شہوت کے ساتھ بوسہ لینا، یا چھونا، یا لپٹانا وغیرہ بھی ممنوعات احرام میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾(البقرہ:۱۹۷)

”جو شخص حج کے مہینوں میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچارہے۔“

اور میل ملاپ میں جماع کے مقدمات جیسے بوس وکنار، چمٹانا، اور شہوت کے ساتھ پکڑنا بھی شامل ہے۔

اس لئے کسی محرم کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لے، یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوئے، یا شہوت کے ساتھ اسے دیکھے، یا ہنسی مذاق کرے، اور محرم عورت کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ مذکورہ امور کے لئے اپنے شوہر کو اس کی اجازت دے یا اپنے اوپر اس کو قادر بنائے، بلکہ شہوت کی نظر سے حالت احرام میں بیوی کو دیکھنا بھی درست نہیں، اس لئے کہ وہ بھی ایک قسم کا لطف اٹھانا ہے۔

۶- ممنوعات احرام میں سب سے اہم چیز جماع ہے، اللہ تعالیٰ کا مذکورہ قول اس کی دلیل ہے، کیونکہ رفث جماع اور اس کے مقدمات کو کہتے ہیں اور جب مقدمات جائز نہیں تو اصل کیسے جائز ہوگی، ممنوعات احرام میں جماع کا اثر حج پر سب سے زیادہ پڑتا ہے، اور اس کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت:

اگر کوئی محرم تحلل اول سے پہلے ہی جماع کر بیٹھے تو اس پر دو چیزیں مرتب ہوتی ہیں:

۱- اونٹ یا گائے کی قربانی کر کے اسے فدیہ دینا ضروری ہے، اس فدیہ کو وہ خود نہیں کھائے گا بلکہ پورا فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دے گا۔

۲- اس کا وہ حج جس کے دوران اس نے جماع کیا ہے باطل ہو جائے گا، مگر آئندہ سال بغیر کسی تاخیر کے اس کی قضا کرنا اور پورا کرنا ضروری ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ مؤطا میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، علی اور ابو ہریرہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو حالت احرام میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر بیٹھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا:

"دونوں اپنے حج کے اعمال جاری رکھیں گے پھر آئندہ سال دونوں پر حج اور قربانی ضروری ہے۔"

بلکہ حضرت علی نے فرمایا کہ آئندہ سال جب دونوں حج کا احرام باندھیں گے تو الگ الگ رہیں گے تاکہ اپنا حج پورا کر سکیں۔

جماع کے علاوہ دیگر ممنوعات احرام کے ارتکاب کی وجہ سے حج باطل نہیں ہوتا ہے۔

دوسری حالت:

اگر جماع کا وقوع تحلل اول کے بعد ہو، یعنی جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے اور بال کٹوانے کے بعد اور طواف افاضہ سے پہلے جماع کرے تو اس کا حج صحیح ہو گا، لیکن مشہور مذہب کے مطابق اس پر دو چیزیں واجب ہیں:

(۱) ایک بکری ذبح کر کے فقراء اور مساکین کے مابین تقسیم کرے گا، اور اس میں سے خود کچھ نہیں کھائے گا۔

(۲) حدود حرم سے باہر جا کر پھر سے احرام باندھے گا تا کہ طواف افاضہ احرام کی حالت میں کر سکے۔

۷-احرام کے ممنوعات میں ساتویں چیز شکار کرنا، یعنی کسی جنگلی، حلال خشکی کے جانور جیسے ہرن، نیل گائے، خرگوش اور کبوتر وغیرہ کا شکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ (المائدہ:۹۶)

"اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو۔"

اور فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ (المائدہ:۹۵)

"اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔"

اس لئے حالت احرام میں کسی شخص کے لئے مذکورہ جانوروں کا شکار کرنا یعنی براہ راست انہیں قتل کرنا یا اشارہ کنایہ سے ان کے شکار میں تعاون دینا جائز نہیں ہے۔

رہی بات شکار کا گوشت کھانے کی تو اس کی تین نوعیت ہے:

پہلی نوعیت:

اگر محرم نے شکار کیا ہے، یا اس کے قتل میں معاون ہوا ہے تو اس شکار کا گوشت کھانا محرم اور غیر محرم سب کے لئے حرام ہے۔

دوسری نوعیت:

اگر کسی غیر محرم نے محرم کے تعاون سے شکار کیا ہے، مثلاً کوئی محرم شکار کی رہنمائی کر دے، یا آلہ شکار شکاری کو دے تو اس شکار کا گوشت محرم کے لئے تو حرام ہے لیکن غیر محرم کے لئے حرام نہیں۔

تیسری نوعیت:

اگر کسی غیر محرم نے کوئی جانور محرم کے لئے شکار کیا ہے تو وہ محرم کے لئے حرام ہے، دوسرے کے لئے نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"خشکی کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جبکہ تم نے اسے شکار نہیں کیا اور نہ وہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو۔" مسند احمد (۳/ ۳۶۲، ۳۸۷، ۳۸۹) سنن ابی داود (۱۸۵۱) سنن ترمذی (۵/ ۱۸۷) و صحیح ابن خزیمہ (۲۶۴۱)

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک نیل گائے کا شکار کیا، جبکہ وہ محرم نہیں تھے اور ان کے دوسرے ساتھی حالت احرام میں تھے، سب لوگوں نے اس شکار کا گوشت کھایا، مگر اس سلسلے میں ان کو تردد ہوا، چنانچہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا کسی شخص نے اس شکار کی رہنمائی کی تھی، یا کچھ کیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ پھر اسے سب لوگ کھاؤ۔ صحیح بخاری (۱۷۲۵) و صحیح مسلم (۱۱۹۶) بروایت ابی قتادہ

اگر کوئی محرم قصداً کوئی جانور قتل کر دے تو اللہ کے حکم کے مطابق اسے جرمانہ دینا ہوگا، ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا﴾ (المائدہ:۹۵)

"اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے،

جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں، خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے، اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں۔"

اس لئے اگر کوئی شخص مثلاً کبوتر قتل کردے تو اس کا فدیہ ایک بکری ذبح کرنا ہے، اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ یا تو بکری ذبح کر کے فقراء کے درمیان گوشت تقسیم کردے اور اس طرح کبوتر کا فدیہ دیدے، یا وہ بکری کی قیمت کے برابر کا غلہ خرید کر فقراء کو دیدے، اور ہر مسکین کو آدھا صاع یعنی ڈیڑھ کیلو کے لگ بھگ غلہ دیدے، یا ہر مسکین کے غلہ کے برابر ایک دن کا روزہ رکھے۔

البتہ حدود حرم میں درخت کاٹنا، تو یہ احرام کی وجہ سے محرم کے لئے ناجائز نہیں اور نہ احرام کی کوئی تاثیر اس کے اندر ہے، بلکہ حدود حرم میں درختوں کا کاٹنا محرم اور غیر محرم دونوں کے لئے جائز نہیں، اسی بناپر عرفات کے اندر محرم اور غیر محرم دونوں درخت کو کاٹ سکتے ہیں، اور مزدلفہ اور منیٰ میں دونوں نہیں کاٹ سکتے، کیونکہ عرفات کا میدان حدود حرم سے باہر ہے، اور مزدلفہ و منیٰ حدود حرم میں داخل ہیں۔

مذکورہ ساتوں ممنوعات احرام مرد و عورت دونوں کے لئے ہیں۔

صرف مردوں کے لئے حالت احرام کی ممنوع چیزیں:

حالت احرام میں صرف مردوں کے لئے ممنوع چیزیں دو ہیں:

سر ڈھانکنا: اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ایک

صحابی کو ان کی اونٹنی نے میدان عرفات میں گرادیا تھا جس کی وجہ سے ان کی موت ہوگئی تھی تو آپ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

”اسے پانی اور بیر کی پتیوں سے غسل دو، اس کو اس کے لباس میں یعنی احرام کے لباس میں ہی کفناؤ اور اس کا سر نہیں ڈھانکنا۔“ (بخاری ومسلم)

اس لئے مرد حضرات کے لئے سر کے ساتھ چپکی ہوئی چیز سے سر ڈھانکنا جائز نہیں ہے، مثلاً عمامہ سے، ٹوپی سے، شماغ اور غترہ سے یا رومال وغیرہ سے۔ البتہ سر سے نہ چپکنے والی چیزیں، جیسے چھتری، خیمہ، گاڑی وغیرہ کی چھت سے سر پر سایہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ام حصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ہم نے حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے کے بعد واپس ہوتے ہوئے آپ کو دیکھا کہ آپ سواری پر تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلال اور اسامہ تھے، ایک آپ کی سواری کو ہانک رہے تھے اور دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اپنا کپڑا اٹھائے دھوپ سے سایہ کر رہے تھے۔“ (مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کو گرمی سے بچا رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ کو کنکری مارا۔

البتہ سر پر سامان اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس سے سر کا بعض حصہ

ڈھنک جائے، اس لئے کہ اس سے سر ڈھانکنا مقصود نہیں ہوتا، اسی طرح پانی میں غوطہ لگانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، اگرچہ اس میں بھی پانی سے سر ڈھنک جاتا ہے۔

٢- مردوں کے لئے ممنوعات احرام میں دوسری مخصوص چیز سلا ہوا کپڑا پہننا ہے، خواہ وہ پورے جسم کا ہو جیسے قمیض، ثوب وغیرہ یا جسم کے بعض حصے کا ہو جیسے پاجامہ، بنیائن، موزہ، چمڑے کا موزہ، دستانہ وغیرہ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ محرم شخص کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا:

"نہ تو وہ قمیص، عمامہ، کن ٹوپ، پاجامہ، اور خف وغیرہ استعمال کرے اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔" (بخاری، مسلم)

لیکن ازار نہ مل سکے یا اس کی قیمت کی طاقت نہ ہو تو پاجامہ پہن سکتا ہے اور جب اسے چپل نہ مل سکے یا چپل کی قیمت چکانے کی طاقت نہ ہو تو چمڑے کا موزہ پہن سکتا ہے اور اس پر کچھ تاوان نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ فرمارہے تھے:

"جو شخص تہبند نہ پائے وہ پاجامہ پہن لے، اور جس کو چپل نہ ملے وہ خف (چمڑے کا موزہ) پہن لے۔" (بخاری و مسلم)

-اگر قمیص کو پہنے بغیر جسم پر لپیٹ لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

--اسی طرح اگر گاؤن چادر کی طرح اوڑھے اور اسے نہ پہنے تو کوئی حرج نہیں۔

-اگر منقش چادر یا تہہ بند استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں۔

-اگر اپنے تہہ بند پر دھاگا یا بیلٹ وغیرہ باندھے تو کوئی حرج نہیں۔

-اگر انگوٹھی، گھڑی، چشمہ، آلہ سماعت استعمال کرے تو بھی کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر مشکیزہ یا جھولا وغیرہ اپنی گردن میں لٹکائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

-اگر وقت ضرورت اپنے تہہ بند کو نیچے گرنے کے ڈر سے باندھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ مذکورہ ان تمام امور کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ممانعت نہیں اور نہ ہی یہ منصوص چیزوں کے حکم میں ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محرم کے لباس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

وہ قمیص، عمامہ، ٹوپی، پاجامہ اور خف استعمال نہ کرے، اس لئے سائل کے جواب میں آپ کا ممنوعہ چیزوں کو بتادینا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے علاوہ دیگر چیزوں کا استعمال محرم کر سکتا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو اجازت دی ہے کہ اگر اس کے پاس چپل نہ ہو تو پاؤں کی حفاظت کے لئے وہ جوتا استعمال کر سکتا ہے۔ اسی طرح آنکھوں کی حفاظت کے لئے چشمہ کا استعمال بھی درست ہے۔

مذکورہ دونوں ممنوعات احرام خاص مردوں کے لئے ہیں، اس لئے عورتیں حالت احرام میں اپنا سر بھی ڈھانک سکتی ہیں اور جو بھی کپڑے استعمال کرنا چاہیں کر سکتی ہیں، بشرطیکہ ان میں اظہار زینت نہ ہو۔ البتہ دستانے استعمال نہیں کر سکتی ہیں، اور نہ چہرے پر نقاب ڈالیں گی، سوائے اس کے کہ جب ان کے قریب سے مرد حجاج گزریں تو اس وقت وہ اپنے چہرے کو ڈھانک لیں گی۔ اس لئے کہ غیر محرم حاجیوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔

مرد و عورت دونوں کے لئے احرام کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے پہننا درست ہے، سوائے ان کپڑوں کے جنہیں حالت احرام میں پہننا درست نہیں۔

اگر محرم مذکورہ ممنوعات احرام یعنی جماع، شکار کا قتل یا ان کے علاوہ دیگر محظورات کا ارتکاب کرے تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ بھول کر یا ناواقفیت کی بنا پر یا مجبوری کی حالت میں یا سونے کی حالت میں مذکورہ ممنوعات کا ارتکاب کرے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں، نہ اس پر کوئی گناہ ہے اور نہ اس کا حج فاسد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرہ:۲۸۶)

”اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔“

اور فرمایا:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾(الاحزاب:۵)

''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔''

اور فرمایا:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النحل:۱۰۶)

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے، سوائے اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اس لئے مجبور شخص سے جب کفر کا حکم ساقط ہے تو اس سے کم تر درجے کے گناہ بدرجہ اولیٰ ساقط ہو جائیں گے۔

یہ عام نصوص ہیں جو ممنوعات احرام کو اور دیگر امور کو شامل ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور افراد سے حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محظورات احرام کے سلسلہ میں شکار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ (المائدہ:۹۵)

"اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔"

آیت مذکورہ میں بدلہ کا واجب ہونا قصداً قتل کرنے کے ساتھ مقید ہے اور قصداً ایک ایسا وصف ہے جو سزا اور تاوان کا مستوجب ہے، اس لئے اس کا اعتبار ضروری ہے اور حکم اسی وصف پر منحصر ہوگا۔ اس لئے اگر قصداً قتل نہ کرے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے۔ مگر جب عذر زائل ہو جائے یعنی حکم سے ناواقف حکم کو جان لے یا بھولنے والے کو یاد آجائے، یا سونے والا بیدار ہو جائے، یا مجبوری کی حالت ختم ہو جائے، تو ممنوع چیز سے فوراً باز آجانا ضروری ہے۔

اگر عذر ختم ہونے کے باوجود بھی وہ ممنوعات احرام کا ارتکاب کرتا رہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر فدیہ وغیرہ واجب ہوگا۔ مثال کے طور پر محرم نیند کی حالت میں اپنا سر ڈھانپ لے تو جب تک وہ سو رہا ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں، مگر جیسے ہی بیدار ہو جائے اسے فوراً اپنا سر کھول لینا چاہئے، اگر سر کھولنے کا حکم جاننے کے باوجود وہ اپنا سر ڈھانپ رہا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر احکام مرتب ہوں گے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ محرم جان بوجھ کر کسی ممنوع چیز کا ارتکاب

کرے، مگر کسی شرعی عذر کی بنا پر، تو ایسی صورت میں ممنوع کے کرنے پر جو چیزیں اس پر واجب ہوتی ہیں انہیں پورا کرے گا، لیکن وہ گنہگار نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

''اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے، البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو، (جس کی وجہ سے سر منڈالے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ وہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے، خواہ قربانی کرے۔''

☆ تیسری صورت یہ ہے کہ محرم جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرے تو گناہ کے ساتھ ساتھ اس پر دیگر احکام بھی مرتب ہوں گے۔

فدیہ کے اعتبار سے ممنوعات احرام کی قسمیں:

فدیہ کے اعتبار سے ممنوعات احرام کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ جس میں کوئی فدیہ نہیں، جیسے نکاح کرنا یا کرانا۔

۲- جس میں اونٹ فدیہ دینا ہے، جیسے حج میں تحلل اول سے پہلے جماع کرلینا۔

۳- جس کا فدیہ اس کے مثل ہے یا اس کے قائم مقام ہے، جیسے شکار کا قتل کرنا۔

۴- جس کا فدیہ روزہ، صدقہ، یا قربانی کرنا ہے، جیسے سر منڈانا، فدیۃ الاذی کے بیان کے موقع پر اس فدیہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔
علمائے کرام نے بقیہ محظورات کو بھی اسی چوتھی قسم کے ضمن میں رکھا ہے۔

چھٹی فصل:

عمرہ کا طریقہ

عمرہ چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ احرام، طواف، سعی اور بال منڈوانا یا چھوٹا کرانا۔

احرام کیا ہے؟

احرام کہتے ہیں حج یا عمرہ میں داخلہ کی نیت کرنا اور اس کے لئے (مخصوص) لباس پہننا۔

احرام میں داخل ہونے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ جس طرح جنابت غسل کیا جاتا ہے، اسی طرح غسل کرے، اپنے سر، داڑھی میں بہترین سے بہترین خوشبو لگائے، احرام کی نیت کرنے کے بعد بھی اگر خوشبو کے اثرات باقی رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت احرام میں داخل ہوتے تو جو بہترین خوشبو میسر ہوتی وہ استعمال کرتے، پھر میں آپ کے سر، اور داڑھی میں مشک کی چمک احرام کے بعد بھی دیکھا کرتی۔

احرام کے وقت غسل کرنا مرد حضرات اور خواتین دونوں کے لئے سنت ہے، یہاں تک کہ حائضہ اور نفساء (زچگی کے مراحل سے گذرنے والی عورت) بھی غسل کریں گی، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع کے سفر میں مقام ذوالحلیفہ پر جب انہوں نے محمد بن ابو بکر کو جنم دیا تو فرمایا کہ تم غسل کرو اور (مخصوص مقام پر) کپڑا باندھ لو اور احرام کی نیت کرلو۔ (مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ)

غسل اور خوشبو لگانے کے بعد مرد احرام کے کپڑے یعنی چادر اور ازار پہن لے گا، جبکہ عورتیں جو بھی کپڑے چاہیں پہن لیں، شرط یہ ہے کہ زیب وزینت سے پاک ہوں، البتہ وہ نقاب اور دستانے نہیں پہنیں گی، اور غیر محرم مردوں کے گزرتے وقت اپنا چہرہ ڈھانک لیں گی۔

احرام کے کپڑے پہننے کے بعد اگر فرض نماز کا وقت ہے تو حائضہ اور نفساء کے علاوہ سب لوگ نماز پڑھیں گے، اور اگر فرض نماز کا وقت نہیں ہے تو وضو کی سنت کی نیت کرتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھیں گے، نماز سے فراغت کے بعد "لبيك عمرة" کہتے ہوئے احرام کی نیت کریں گے، اور درج ذیل تلبیہ کے کلمات پڑھیں گے۔

"لبيك اللهم لبيك ، لبيك لا شريك لك لبيك ، إن الحمد و النعمة لك والملك ، لا شريك لك"

"ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، بیشک تمام حمد اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔"

یہ نبی ﷺ کا تلبیہ ہے، کبھی کبھی آپ ﷺ یہ الفاظ بھی کہتے تھے:"لبیك اله الحق لبیك"ہم حاضر ہیں اے سچے معبود ہم حاضر ہیں۔

مردوں کے لئے بلند آواز سے تلبیہ پکارنا سنت ہے، جیسا کہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے تلبیہ اور تسبیح پڑھنے کا حکم دوں۔" (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

کیونکہ بلند آواز سے تلبیہ کہنے میں اللہ کے شعائر کا اظہار اور توحید کا اعلان ہے، اس لئے مردوں کو بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے، مگر خواتین تلبیہ اور اس کے علاوہ دیگر اذکار بھی آہستہ آہستہ پڑھیں گی۔

تلبیہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو خلیل حضرت ابراہیم اور محمد علیہما الصلاۃ والسلام کی زبان سے لوگوں کو حج کی دعوت دی ہے، جو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ○ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج:۲۷،۲۸)

”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے، لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے اپنے فائدے حاصل کرنے کو۔“

اگر محرم کو کسی ایسی بات کا اندیشہ ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے حج کو پورا نہ کر سکے گا، جیسے مرض یا دشمن کا خوف تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ احرام کی نیت کرتے وقت ہی یہ کہہ لے کہ اگر کسی مرض یا دیگر رکاوٹ کی وجہ سے میں حج پورا نہ کر سکا تو جس جگہ مجھے رکاوٹ پیدا ہوگی وہیں حلال ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ شاید تم حج کا ارادہ کر رہی ہو، انہوں نے کہا کہ میں سر درد کی وجہ سے پریشان ہوں، کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ حج کی نیت کے وقت شرط لگا دو کہ اے اللہ جس جگہ تو نے مجھے روک دیا وہیں میں حلال ہو جاؤں گی، اور فرمایا تمہارے لئے تمہارے رب کے اوپر وہی ہے جو تو نے مستثنیٰ کیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

مگر جس کے پاس کوئی ایسی رکاوٹ نہ ہو جو حج کی تکمیل سے مانع ہو تو وہ شرط نہ لگائے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی نیت کی اور کوئی شرط نہیں لگائی، اور فرمایا:

”مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔“ (مسلم)

اور ہر ایک کو عام حکم کے ذریعہ شرط لگانے کو نہیں کہا بلکہ صرف ضباعہ بنت

زبیر کو مرض کی وجہ سے اور اس ڈر سے کہ کہیں حج پورا نہ ہو، آپ نے شرط لگانے کا حکم دیا۔

محرم کے لئے مناسب ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ تلبیہ پکارے، اس لئے کہ وہ حج کا زبانی شعار ہے اور خاص طور پر وقت و مکان کی تبدیلی کے وقت بہتر ہے کہ تلبیہ پکارے، جیسے کسی بلند مقام پر چڑھے، یا کسی وادی میں اترے، یا رات و دن کی تبدیلی کے وقت یا کوئی محظور اور حرام بات دل میں آئے تو اس صورت میں اس کے لئے تلبیہ پکارنا بہتر ہے۔

عمرہ کے احرام کی حالت میں طواف شروع کرتے وقت تک تلبیہ پکارتا رہے اور حج کے احرام کی حالت میں عید کے دن جمرہ عقبہ کو کنکری مارتے وقت تک تلبیہ پکارتا رہے۔

محرم جب مکہ کے قریب پہنچ جائے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے اگر ممکن ہو تو غسل کرنا مسنون ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوتے تو مقام بطحاء میں ثنیہ علیا (اونچی پہاڑی) سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے نکلتے تو ثنیہ سفلی (نچلی پہاڑی) سے نکلتے۔ (بخاری و مسلم)

اس لئے اگر سہولت ہو تو حاجی اس مقام سے مکہ میں داخل اور خارج ہو جس مقام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل اور خارج ہوئے تھے۔

پھر جب مسجد حرام میں پہنچے تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اس میں رکھے اور یہ دعا پڑھے:

"بِسْمِ اللهِ والصلاة والسلام على رسول الله اللَّهُمَّ اغْفِرْلِى ذُنُوْبِى وَافْتَح لِي أَبْوَابِ رَحْمَتِكَ، أَعُوذُ بِاللهِ العَظِيْم وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْم وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْم مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم"

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، میں اللہ عظیم کی پناہ چاہتا ہوں اس کے مہربان چہرے اور قدیم غلبہ کے ذریعہ مردود شیطان سے۔"

اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتقدیس کرتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرتے ہوئے کہ اس نے سہولت کے ساتھ بیت الحرام تک پہنچادیا، حرم شریف میں داخل ہونا چاہئے۔

پھر خانہ کعبہ کی جانب بڑھتے ہوئے حجر اسود تک آئے تاکہ طواف شروع کرے، اور زبان سے یہ نہ کہے کہ میں طواف کی نیت کر رہا ہوں، اس لئے کہ نیت کا مقام دل ہے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔
طواف شروع کرتے وقت دائیں ہاتھ سے حجر اسود کو چھوئے اور ممکن ہو تو

اسے بوسہ لے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی غرض سے ہونا چاہئے، یہ اعتقاد نہیں رکھنا چاہئے کہ پتھر نفع و نقصان کا مالک ہے، بلکہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کو بوسہ لیتے وقت فرماتے تھے: ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نفع و نقصان کا مالک نہیں، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہ چومتا''

اگر حجر اسود کو بوسہ لینے کی سہولت نہ ہو تو ہاتھ سے اس کو چھو لے اور ہاتھ کو بوسہ لے لے، اس لئے کہ بخاری و مسلم مین حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو چھوا اور پھر اپنے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اس سنت کو نہیں چھوڑا۔

اگر ہاتھ سے چھونا بھی آسان نہ ہو تو اسے چھونے کے لئے دھکم دھکا نہ کرے، اس لئے کہ اس سے اسے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے اور دوسروں کو بھی ضرر پہنچ سکتا ہے، اور عبادت کا خشوع جاتا رہے گا۔ بلکہ طواف جس مقصد کی خاطر مشروع ہے وہ مقصد ہی فوت ہو سکتا ہے، اور بسا اوقات بد کلامی اور جنگ وجدال کی نوبت بھی پہنچ سکتی ہے، ایسی صورت میں دور ہی سے ہاتھ سے اس کی جانب اشارہ کر دینا کافی ہے۔

بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سواری کی حالت میں کیا، اور جب حجر اسود والے کونے پر پہنچتے تو اس کی جانب اشارہ کر دیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پاس کوئی چیز تھی اس سے اشارہ کر دیتے اور اللہ اکبر کہتے۔

پھر بیت اللہ کو اپنے بائیں جانب رکھتے ہوئے طواف کرے، جب رکن یمانی پر پہنچے تو بغیر بوسہ لئے اگر ممکن ہو تو اسے چھوئے ورنہ سہولت نہ ہو تو دھکم دھکا نہ کرے۔

بیت اللہ شریف میں حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی حصہ کو نہ چھوئے، چونکہ وہ دونوں کونے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر ہیں اور نبی ﷺ نے صرف انہی دونوں کو چھوا ہے، اس لئے دوسرے حصوں کو چھونا ثابت نہیں۔

امام احمد نے [۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ " انہوں نے حضرت امیر معاویہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، تو امیر معاویہ تمام کونوں کو چھونے لگے، اس پر ابن عباس نے فرمایا: آپ ان دونوں کونوں کو کیوں چھوتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہیں چھوا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس گھر کا کوئی حصہ نہیں چھوڑنا چاہئے، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

---

(۱) دیکھئے: مسند احمد ۱/ ۲۱۷، نیز اس حدیث کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

"تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔"

امیر معاویہ نے کہا، آپ نے سچ فرمایا۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعاء پڑھے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ:۲۰۱)

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا۔"

اور جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اسی طرح کرے جس طرح پہلی بار کیا تھا اور اللہ اکبر کہے، اور طواف کے دوران اسے جو دعاء یا اذکار یا آیات یاد ہوں، اور اسے اچھی لگیں وہ پڑھے، اس لئے کہ بیت اللہ کا طواف، صفا ومروہ کی سعی اور جمرات کو کنکری مارنا صرف اللہ کے ذکر واذکار کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔

اس پہلے طواف میں جسے طواف قدوم کہتے ہیں مرد کے لئے سنت یہ ہے کہ طواف کے دوران حالت اضطباع میں رہے، اور طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرے، باقی چار چکروں میں نہیں، اضطباع کی

کیفیت یہ ہے کہ اپنے دائیں کندھے کو کھلا رکھے اور دائیں بغل کے نیچے سے احرام کی چادر کو لا کر بائیں کندھے پر اس کے دونوں کناروں کو رکھ لے۔

اور رمل کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا، طواف کے ساتھ چکر ہیں، ہر چکر حجر اسود سے شروع ہو کر وہیں پر ختم ہوتا ہے۔

حجر (یعنی بیت اللہ کا شمالی حصہ جو حجر اسماعیل یا حطیم کہلاتا ہے) کے اندر سے طواف کرنا درست نہیں۔

جب طواف کے سات چکر پورے ہو جائیں تو مقام ابراہیم کی طرف یہ آیت پڑھتے ہوئے بڑھنا چاہئے:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾(البقرہ:۱۲۵)

"اور مقام ابراہیم کو اپنی جائے نماز بناؤ۔"

اور اگر ممکن ہو تو اس کے قریب ورنہ اس سے دور ہی دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھنی چاہئے، پھر اگر سہولت ہو تو لوٹ کر حجر اسود کو آکر چھونا چاہئے ورنہ اس کی جانب اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

طواف کے بعد سعی کرنے کے لئے صفا و مروہ کی جانب بڑھے، پھر جب صفا کے قریب ہو تو یہ آیت پڑھے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾(البقرہ:۱۵۸)

”بیشک صفااور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔“

اس جگہ کے علاوہ اس آیت کو دوسری جگہ نہ پڑھے، پھر صفا پہاڑی پر چڑھ جائے، یہاں تک کہ اسے کعبہ نظر آنے لگے، تو ہاتھ اٹھاکر قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا کرے اور اس سے جو دعا چاہے مانگے۔

اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر یہ دعا کرتے تھے۔

”لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَه لاَ شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ،لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَه أَنجز وَعْدَه وَنَصرَ عَبْدَه وَهَزَمَ الأحزابَ وَحدَهُ “

مذکورہ دعاء کو تین بار پڑھے اور اس کے دوران دیگر دعائیں کرے۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی جانب چلے، جب سبز ستون کے پاس پہنچے تو بغیر دوسرے کو اذیت دیئے جہاں تک ممکن ہو تیز چلے، یہاں تک کہ دوسرے سبز ستون کے پاس پہنچ جائے، وہاں سے مروہ تک معمول کے مطابق چلے، مروہ پہاڑی کے پاس پہنچ جانے کے بعد اس پر چڑھ جائے، اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے ہاتھ اٹھاکر جو کچھ صفا پہاڑی پر کہا تھا وہی دعاء کرے۔

پھر مروہ سے اتر کر صفا کی جانب چلتے ہوئے چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے، اور صفا پر چڑھ کر قبلہ کی جانب منہ کرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھاکر جیسے پہلی بار دعاء کیا تھا اسی طرح دعاء کرے، اسی طرح بقیہ چکروں میں بھی دعاء

، تلاوت قرآن اور ذکر واذکار جو پسند ہو کرے، صفا ومروہ پر چڑھنا اور دونوں نشان زدہ ستونوں کے مابین تیز چلنا سب کے سب سنت ہیں واجب نہیں۔

جب صفا سے مروہ تک سات چکر پورے ہو جائیں یعنی صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوگا اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر، تو مرد کے لئے واجب ہے کہ سر کا بال مونڈوائے یا کتروائے، لیکن مونڈوانا افضل ہے، ہاں اگر حاجی حج تمتع کر رہا ہے اور حج قریب ہے، ایسی صورت میں کتروانا بہتر ہے، تاکہ حج کے دوران سر پر بال رہے تو اسے مونڈوا سکے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو جو چار ذوالحجہ کو مکہ پہنچے تھے، عمرہ کے بعد بال کتروانے کا حکم دیا، البتہ خواتین اپنے بال سے انگلی کے پور کے برابر کتروائیں گی، وہ مونڈوائیں گی نہیں۔

یادرہے کہ پورے سر کو مونڈوانا واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ﴾ (الفتح:۲۷)

"تم اپنے سروں کو منڈواؤ گے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے سر کو مونڈوایا۔

اسی طرح پورے سر سے بال کتروانا واجب ہے صرف ادھر ادھر سے کاٹ لینا کافی نہیں۔

مذکورہ تمام کام انجام دینے کے بعد اس کا عمرہ پورا ہو گیا اور اب وہ مکمل طور پر حلال ہو گیا، اور احرام کے تمام ممنوعات اس کے لئے مباح اور جائز ہو گئے۔

عمرہ کے اعمال کا خلاصہ

۱۔ جس طرح جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لئے غسل کیا جاتا ہے اسی طرح غسل کرنااور خوشبو لگانا۔

۲۔ احرام کے کپڑے تہہ بند اور چادر پہننا (صرف مرودوں کے لئے) خواتین جو بھی کپڑے چاہیں پہن سکتی ہیں۔

۳۔ طواف شروع کرنے تک لگاتار تلبیہ پکارنا۔

۴۔ خانہ کعبہ کا سات کر طواف کرنا، جو حجر اسود سے شروع ہو گااور وہیں پر ختم ہو گا۔

۵۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنا۔

۶۔ صفااور مروہ کی سات چکر سعی کرنا، سعی صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہو گی۔

۷۔ مردوں کے لئے بال مونڈوانا یا کتروانا اور عورتوں کے لئے صرف کتروانا۔

ساتویں فصل

حج کا طریقہ

حج کا احرام:

آٹھویں ذوالحجہ کو جسے ترویہ کا دن کہتے ہیں، صبح چاشت کے وقت جو شخص حج کا ارادہ کرنا چاہتا ہے وہ اپنی اسی جگہ سے جہاں وہ مقیم ہے حج کا احرام باندھے، مسجد حرام یا کسی اور مسجد میں جا کر احرام باندھنا مسنون نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

"حلال کی حالت میں ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ جب ترویہ کا دن آجائے تو حج کا احرام باندھو۔" (الحدیث)

اور مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "جب ہم (عمرہ سے) حلال ہو گئے تو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب ہم منیٰ کے لئے کوچ کریں اس وقت احرام باندھیں، چنانچہ مقام ابطح سے ہم نے احرام باندھا۔" اور مقام ابطح وہ مقام تھا جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

اور عمرہ کا احرام باندھتے وقت جو جو اعمال کئے تھے وہی اعمال حج کا احرام

باندھتے وقت بھی کرے گا۔ یعنی غسل کرے گا، خوشبو لگائے گا، وضو کی سنت پڑھے گا، اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا۔

حج کا احرام اور تلبیہ کی کیفیت وہی ہوگی جو عمرہ میں تھی، سوائے اس کے کہ حج میں ''لبیک حجاً'' کہے گا لبیک عمرۃً نہیں کہے گا۔ اور اگر کسی مرض یا رکاوٹ کا اندیشہ ہو تو شرط لگا دے کہ جہاں کہیں مجھے رکاوٹ پیدا ہو جائے وہیں حلال ہو جاؤں گا۔ اگر کسی رکاوٹ کا اندیشہ نہ ہو تو مشروط احرام نہ باندھے

منیٰ کی جانب کوچ:

احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے منیٰ کی جانب کوچ کرنا چاہئے، وہاں پہنچنے کے بعد ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں قصر کے ساتھ پڑھے، البتہ ان نمازوں کو اکٹھی نہ پڑھے، بلکہ ان کے اوقات میں پڑھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

''جب ترویہ کا دن آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب منیٰ کی جانب چل پڑے، وہ سب حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار ہو کر منیٰ پہنچے وہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔''

اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ کہتے

ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت ابو بکر و عمر نے اور حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے شروع میں منیٰ میں دو رکعتیں نماز پڑھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں دو نمازوں ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو اکٹھی نہیں پڑھتے تھے، اگر آپ ایسا کرتے تو جس طرح عرفات اور مزدلفہ میں آپ کا جمع کرنا منقول ہے اسی طرح یہ بھی منقول ہوتا۔

منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں مکہ والے بھی قصر کریں گے، جیسا کہ باہر سے آئے ہوئے حجاج کرتے ہیں، اس لئے کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں لوگوں کو مذکورہ مقامات میں نماز پڑھاتے تھے اور آپ کے ساتھ مکہ والے بھی تھے، مگر آپ نے ان کو نماز پوری کرنے کا حکم نہیں دیا، اگر ان کے لئے نماز کا مکمل کرنا واجب ہوتا تو جس طرح آپ نے انہیں فتح مکہ کے سال مکمل کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: "مکہ والو تم لوگ نمازیں پوری کرلو، ہم لوگ مسافر ہیں" (ابوداود، ترمذی) اسی طرح اس وقت بھی فرماتے، مگر چونکہ ابمکہ کی آبادی بڑھ گئی ہے اور منیٰ بھی اس کا ایک محلّہ ہوگیا ہے، تو مکہ والے اس میں قصر نہیں کریں گے۔

وقوف عرفہ:

نویں ذوالحجہ کو جب سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ سے عرفات کی جانب چلے اور ممکن ہو تو زوال تک نمرہ میں رہے، ورنہ وہاں نہ رہنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ نمرہ میں اترنا سنت ہے واجب نہیں۔

جب سورج زوال پذیر ہو جائے تو ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھے اور ان

دونوں نمازوں کو جمع تقدیم کر کے اکٹھی پڑھے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے مقام نمرہ میں ایک قبہ لگانے کا حکم دیا تو بال کا ایک چھپر آپ کیلئے لگایا گیا، آپ منیٰ سے عرفہ [1] پہنچے تو دیکھا کہ مقام نمرہ میں آپ کیلئے چھپر بنا دیا گیا ہے، چنانچہ آپ وہاں اترے اور جب سورج ڈھل گیا تو قصوا کو اٹھانے کا حکم دیا، وہ آپ کو لے کر چلی اور آپ وادی کے اندر آئے وہاں آپ نے خطبہ دیا، پھر اذان اور اقامت کہلوائی اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہلوائی اور عصر کی نماز پڑھی، آپ نے ان دونوں نماز کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔

پھر آپ سوار ہوئے اور موقف کے پاس آئے، وہاں آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کا رخ چٹانوں کی جانب کیا اور جبل مشاۃ کو اپنے سامنے کیا، اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر برابر دعاء کرتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔"

عرفہ میں نماز قصر اور جمع کر کے پڑھنا مکہ والوں اور باہر والوں سب کیلئے ہے۔

جمع تقدیم کی حکمت یہ ہے کہ لوگ دعاء کے لئے فارغ ہو جائیں اور اپنے امام پر اکٹھے ہو جائیں پھر اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

---

(۱) بعض لوگوں نے اس لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ نمرہ بھی عرفہ کا ایک حصہ ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں، اس لئے کہ نمرہ عرفہ کے قریب ایک مقام ہے اس کا حصہ نہیں۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا منتہائے سیر عرفہ تھا، اور جس طرح قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے ویسا آپ نے نہیں کیا، وہ لوگ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے اور وہیں عرفہ کے دن وقوف کرتے تھے۔

حاجی کے لئے سنت یہ ہے کہ عرفہ کے دن اخیر حصہ میں دعاءاور ذکر واذکار کے لئے فارغ ہو جائے، اوران دعاؤں اور اذکار کو پڑھنے کی کوشش کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں، اس لئے کہ وہ جامع اور مفید ترین دعائیں ہیں، کچھ دعائیں درج ذیل ہیں:

- اللَّهُمَّ لك الحمد كالذي نقول وخيراً مما نقول، اللَّهُمَّ لك صلاتي ونُسكي ومحياي ومماتي وإليك ربِّ مآبي ولك رب تُراثي.

-اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الأمر.

- اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من شر ما تجيء به الريحُ.

- اللَّهُمَّ إنك تسمع كلامي، وترى مكاني، وتعلمُ سِرِّى وعلانيتي، لا يخفى عليك شيءٌ من أمري، أنا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبي، أسألك مسألة المسكين، وأبتهل إليك إبتهال المذنب الذليل، وأدعوكَ دعاءَ من خَضَعت لك رقبته وفاضت لك عيناه، وذلَّ لك جسده، ورَغم لك أنفه.

-اللَّهُمَّ لا تجعلني بدعائك ربِّ شقياً، وكن بي رؤوفاً رحيماً يا خير المسؤولين ويا خيرَ المعطين.

– اللَّهُمَّ اجعل في قلبي نوراً، وفي سَمعي نوراً وفي بصري نوراً.

– اللَّهُمَّ اشرح لي صدري ويسر لي أمري، اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من شرِّ ما يلج في الليل، وشرِّ ما يلجُ في النهار، وشرِّ ما تهبُّ به الرياحُ، وشرِّ بوائق الدهر.

– اللَّهُمَّ ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقِنا عذابَ النار.

– اللَّهُمَّ إني ظلمت نفسي فاغفر لي إنك أنت الغفور الرحيم.

– اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من جهد البلاء، ومن دَرك الشقاء، ومن سوء القضاء، ومن شماتهِ الأعداء.

– اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من الهمَّ والحَزن، والعجز والكسل، والجُبن والبُخل، وضِلَعِ الدينِ وغَلبة الرجال، وأعوذ بك من أن أُرَدَّ إِلَى أرذلِ العُمر، وأعوذ بك من فتنة الدنيا.

– اللَّهُمَّ إني أعوذ بك من المأثم والمغرم، ومن شرِّ فتنة الغنى، وأعوذ بك من فتنة الفقر.

- اللَّهُمَّ اغسل عني خطاياي بماء الثلج والبَرَد، ونقِّ قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس، وباعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب.

عرفہ کے دن کی دعائیں سب سے بہتر دعائیں ہیں، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"سب سے بہترین دعاء عرفہ کے دن کی دعاء ہے، اور میں نے اور مجھ سے پہلے دیگر انبیاء نے جو سب سے بہترین بات کہی ہے وہ یہ ہے۔"

"لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَه لاَ شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"[۱]

اللہ واحد کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے بادشاہت اور تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر حاجی کو مسنون دعائیں معلوم نہ ہوں تو جو بھی مباح دعائیں وہ جانتا ہے کرے، اگر اس کو تکان یا اکتاہٹ محسوس ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مفید گفتگو کرے، یا قرآن کی تلاوت کرے، یا دینی کتاب پڑھے، خاص طور پر وہ کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور جود و کرم سے متعلق ہوں، تاکہ اس عظیم دن میں امید کا پہلو غالب رہے، پھر دعاء و گریہ زاری کی طرف لوٹ

---

(۱) امام مالک نے اسے مؤطا ۱/ ۴۲۲ میں صحیح سند کے ساتھ مرسل روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے ضعیف سند کے ساتھ (ح ۳۵۸۵) موصول بیان کیا ہے، اور چونکہ اس حدیث کے دوسرے شواہد بھی ہیں اس لئے ان شاء اللہ یہ حسن ہے۔

جائے اور کوشش کرے کہ دن کے اخیر حصہ کا اختتام دعاء پر ہو۔

دعاء کی حالت میں قبلہ رخ ہونا بہتر ہے، خواہ پہاڑی دائیں ہو یا بائیں یا پیچھے، اس لئے کہ قبلہ رخ ہونا مسنون ہے، اسی طرح ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا بھی مسنون ہے، اگر ایک ہاتھ میں کوئی رکاوٹ ہو تو صرف دوسرا ہی اٹھائے رکھے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں مقام عرفات میں نبی ﷺ کا ردیف (ایک ہی اونٹ پر پیچھے کا سوار) تھا آپ ہاتھ اٹھائے دعاء میں مصروف تھے کہ آپ کی اونٹنی جھکی اور اس کی نکیل کی رسی گر پڑی، آپ نے رسی ایک ہاتھ میں پکڑ لی اور دوسرا ہاتھ اٹھائے دعاء کرتے رہے۔[1] حالت دعاء میں اللہ سے اپنی تنگ دستی اور ضرورتمندی کا اظہار کرے اور دعاء میں الحاح وزاری کرے اور قبولیت کو موخر نہ جانے۔ اور دعاء میں اتنا تجاوز بھی نہ کرے کہ شرعاً جو چیز ناجائز ہے اس کا سوال کرے، یا جو ممکن نہ ہو اس کا سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (الاعراف:۵۵)

تم اپنے پروردگار سے دعاء کرو، گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی، واقعی اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

اور حرام کھانے سے پرہیز کریں کیونکہ حرام کھانا دعاء کی قبولیت میں سب

(۱) سنن نسائی (۵/۲۵۴) مسند احمد (۵/۲۰۹) صحیح ابن خزیمہ (۲۸۲۴) بسند صحیح

سے بری رکاوٹ ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بیشک اللہ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو قبول کرتا ہے۔“

اور اسی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو پراگندہ بال غبار آلود لمبا سفر کرتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب پھیلاتے ہوئے یارب یارب پکارتا ہے، جبکہ اس کا کھانا، پینا، لباس اور خوراک سب حرام کا ہے تو اس کی دعاء کیسے قبول ہو سکتی ہے۔“

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کھانے والے، حرام پہننے والے کی دعاء کو قبولیت سے دور بتایا، جبکہ اس کے لئے قبولیت کے اسباب موجود ہیں، مگر حرام کھانے کی وجہ سے اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔

اگر حاجی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ ٹھہرنا آسان ہو تو وہ چٹانوں کے پاس موقف اختیار کرے ورنہ جہاں سہولت ہو وہیں ٹھہرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں نے یہاں قربانی کی، اور منیٰ پورا کا پورا قربان گاہ ہے، اس لئے تم اپنی قیام گاہ میں قربانی کرو، اور میں نے یہاں (عرفہ میں) وقوف کیا اور پورا کا پورا عرفہ وقوف گاہ ہے اور میں یہاں (مزدلفہ میں) ٹھہرا اور پورا کا

پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔" (احمد، مسلم)

عرفہ میں ٹھہرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ حدود عرفہ میں داخل ہونے کی توثیق کرلے، آج کل حدود عرفہ کی علامتیں جگہ جگہ نصب کردی گئی ہیں، اس کے باوجود بہت سارے حجاج غفلت کرتے ہیں اور یا تو ناواقفیت کی وجہ سے یا دوسروں کی تقلید میں حدود عرفہ سے باہر ٹھہرتے ہیں، ایسی صورت میں ایسے لوگوں کا حج نہیں ہوتا، اس لئے کہ حج عرفہ میں ٹھہرنے کا نام ہے، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن یعمر کی روایت ہے کہ:

"اہل نجد میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ آپ عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، انہوں نے آپ سے کچھ سوال کیا تو آپ نے ایک منادی کو آواز لگانے کا حکم دیا کہ: "حج عرفہ میں ٹھہرنا ہے" جو شخص مزدلفہ کی رات طلوع فجر سے پہلے یہاں آجائے اس نے حج پالیا، اور منیٰ کے تین دن ہیں، اگر کوئی شخص جلدبازی کی وجہ سے دو دن میں ہی چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو دیر سے جائے (یعنی تین دن بعد) اس کے لئے بھی کوئی حرج نہیں، اور آپ نے ایک شخص کو اس کے پیچھے لگادیا کہ وہ منادی کرے۔"

اس لئے حدود عرفہ کا تعین اور اس کی علامتوں کو تلاش کرنا ضروری ہے، تاکہ اسے پورا یقین ہوجائے کہ وہ حدود عرفہ کے اندر ہے۔

جو شخص عرفہ میں دن کو ٹھہرے اس کیلئے سورج غروب ہونے تک وہاں ٹھہرنا ضروری ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ غروب تک ٹھہرے رہے اور آپ نے فرمایا ہے:

”مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔“

اور اس وجہ سے بھی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے عرفہ سے چلا جانا زمانہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہے، اسلام جن کی بیخ کنی کے لئے آیا ہے۔

عرفہ میں ٹھہرنے کا وقت عید کے دن طلوع فجر تک ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”جو شخص طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ کی رات (عرفہ میں) آجائے اس نے حج پالیا۔“[1]

اس لئے اگر عرفہ میں ٹھہرنے سے پہلے عید کے دن فجر طلوع ہوگئی تو اس کا (اس سال کا) حج فوت ہوگیا۔

ہاں اگر اس نے احرام کے وقت ہی یہ شرط لگائی کہ جہاں کہیں مجھے کوئی رکاوٹ پیش آگئی تو وہیں میں احرام کھول دوں گا، ایسی صورت میں حالت احرام سے نکل جائے گا اور اس پر کچھ نہیں، اور اگر اس نے شرط نہ لگائی تو وہ عمرہ کرکے حلال ہوگا، یعنی بیت اللہ جاکر طواف کرے گا، صفا مروہ کی سعی کرے گا، بال

---

(۱) ترمذی (۸۸۹) ابوداود (۱۹۴۹) نسائی (۵/۲۶۴) ابن ماجہ (۵/۳۰) دارمی (۲/۵۹) بروایت عبدالرحمٰن بن یعمر، صحیح سند سے۔

مونڈوائے گا، اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے تو ذبح کرے گا اور اگلے سال فوت شدہ حج کی قضا کرے گا اور ایک دَم دے گا، اگر دَم دینے کی طاقت نہیں ہے تو دس دن روزہ رکھے گا، تین دن حج کے ایام میں اور سات دن گھر واپس آکر، جیسا کہ موطا امام مالک کی روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب اور ہبار بن اسود کو جب ان کا حج فوت ہو گیا اور وہ لوگ عید کے دن آئے تو حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں اور لوٹ جائیں، پھر اگلے سال آکر حج کریں اور قربانی دیں، اگر قربانی کی طاقت نہیں ہے تو دس دن روزے رکھیں، تین دن حج میں اور سات دن گھر واپس جاکر۔

مزدلفہ میں رات گذارنا:

سورج غروب ہونے کے بعد حاجی عرفہ سے مزدلفہ کی جانب کوچ کرے گا، وہاں وہ مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھے گا، مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی دو رکعت۔

بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے چلے اور گھاٹی میں اترے، وہاں آپ نے استنجا کیا اور وضو کیا لیکن کامل وضو نہیں کیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نماز؟ آپ نے فرمایا کہ نماز آگے پڑھیں گے، پھر آپ مزدلفہ آئے وہاں کامل وضو فرمایا اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو آپ نے مغرب کی

نماز پڑھائی، پھر ہر ایک نے اپنا اونٹ اپنے مقام پر بٹھایا پھر عشاء کی اقامت کہی گئی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔"

چنانچہ حاجی کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں پڑھے، ہاں اگر آدھی رات تک وہ مزدلفہ نہ پہنچ سکے اور عشاء کی نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس جگہ ہے وہیں عشاء کی نماز پڑھ لے۔

مزدلفہ میں رات کو سو جانا بہتر ہے، وہاں نماز یا ذکر واذکار کے لئے شب بیداری کرنا اچھا نہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا اور ان کے مابین کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی، اور نہ ہی ان کے بعد کوئی نماز پڑھی۔"

اور صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ آئے، وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں، اور ان کے مابین کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔"

کمزور مردوں اور خواتین کے لئے جائز ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں مزدلفہ سے چل پڑیں۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ نے مجھے مزدلفہ سے رات کے اخیر حصہ میں اپنی بعض ازواج کے ساتھ روانہ کردیا۔"

اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ وہ اپنے گھر والوں میں سے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیتے تھے، وہ لوگ مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس ٹھہرے رہتے تھے، وہاں اللہ کا ذکر واذکار کرتے پھر وہاں سے چلتے تھے، ان میں سے کچھ لوگ منیٰ نماز فجر سے پہلے آجاتے اور کچھ لوگ اس کے بعد آتے، جب وہ منیٰ آجاتے تو کنکری مارتے اور ابن عمر کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے۔

مگر جو لوگ کمزور نہیں ہیں اور نہ کمزور لوگوں کے تابع ہیں ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے فجر پڑھنے تک مزدلفہ میں رہنا ضروری ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزدلفہ کی رات آپ سے پہلے اور لوگوں کی بھیڑ سے پہلے جانے کی اجازت طلب کی، اور وہ ایک بھاری بھرکم خاتون تھیں، اس لئے آپ نے ان کو اجازت دیدی، اور ہمیں روک دیا، یہاں تک کہ ہم نے صبح کیا اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے، اور اگر سودہ کی طرح میں نے آپ سے اجازت طلب کی ہوتی اور آپ کی اجازت سے چل دی

ہوتی تو میرے نزدیک زیادہ بہتر تھا اس بات سے جس کے سبب میں خوش ہو رہی تھی۔

ایک دوسری روایت میں وہ فرماتی ہیں کہ:

"کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی ہوتی، جیسا کہ حضرت سودہ نے اجازت طلب کی تھی۔"

حاجی جب فجر کی نماز پڑھ لے تو مشعر حرام کے پاس آئے، اور قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید، تکبیر، تحمید اور تہلیل اور جو دعاء چاہے کرے، یہاں تک کہ بالکل اجالا ہو جائے اور اگر مشعر حرام کے پاس جانا ممکن نہ ہو تو جس جگہ ٹھہرا ہے وہیں یہ دعاء کرے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"میں یہاں ٹھہرا ہوں اور مزدلفہ پورا کا پورا وقوف گاہ ہے۔"

منیٰ کے لئے روانگی اور وہاں قیام:

مزدلفہ میں ٹھہرنے والے حجاج سورج طلوع ہونے سے پہلے دعاء اور اذکار کے بعد منیٰ کے لئے چل پڑیں گے، جب وہ منیٰ پہنچ جائیں تو درج ذیل امور انجام دیں گے:

۱- جمرہ عقبہ کو کنکری ماریں گے، جمرہ عقبہ کو جمرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں، جو مکہ کے قریب اور منیٰ کے کنارے پر ہے، حجاج پہلے سات کنکریاں جو چنا کے دانے

سے کچھ بڑا ہو چنیں گے اور یکے بعد دیگرے انہیں جمرہ پر ماریں گے، اگر سہولت ہو تو کعبہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں رکھتے ہوئے وادی کے اندر سے کنکری ماریں گے، جیساکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ: وہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں جانب کیا اور سات کنکریاں ماریں، اور فرمایاکہ یہی اس ذات کے کنکری مارنے کا طریقہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔(بخاری ومسلم)

اور ہر کنکری کے ساتھ "اللہ اکبر" کہے، بڑی کنکری یا جوتا، چپل وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں ہے۔

خشوع وخضوع اور اللہ کی تکبیر کہتے ہوئے کنکری مارنی چاہئے، بہت سے جاہل لوگوں کی طرح شور وشغب، چیخ وپکار اور گالی گلوج نہیں بکنا چاہئے جو وہ کنکری مارتے وقت کرتے ہیں، اس لئے کہ کنکری مارنا اللہ کے شعائر میں سے ایک شعار ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج:۳۲)

"اور جو اللہ کی نشانیوں کی عزت وحرمت کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔"

اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”بیت اللہ کا طواف، صفاو مروہ کی سعی اور جمرات کو کنکری مارنا اللہ کا ذکر قائم کرنے کے لئے ہیں۔“

جمرہ کے پاس سختی اور طاقت کے ساتھ نہیں جانا چاہئے جس سے اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف یا ایذار سانی ہو۔

۲- کنکری مارنے کے بعد اگر اس کے پاس قربانی کا جانور ہے تو اسے ذبح کرے، ورنہ خرید کر ذبح کرے۔

قربانی کا جانور کیسا ہو، اس کی کیا صفت ہو گی، کہاں اور کب ذبح کیا جائے گا اور کیسے ذبح کیا جائے گا؟ مکمل تفصیل گذر چکی ہے، وہاں دیکھ لیں۔

۳- قربانی کرنے کے بعد اگر مرد ہے تو وہ اپنے بالوں کو مونڈوائے یا چھوٹا کرائے لیکن مونڈوانا افضل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مونڈوانے کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔

﴿مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ﴾ (الفتح:۲۷)

”تم اپنے سروں کو منڈواؤ گے اور کتر واؤ گے۔“

اور مونڈوانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ آئے تو جمرہ کو کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی

قیام گاہ پر آئے وہاں قربانی کی اور سر مونڈنے والے سے فرمایا کہ سر کے داہنے جانب سے مونڈو پھر بائیں جانب سے اور اسے (بال کو) لوگوں کو دینے لگے۔"(مسلم)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال مونڈوانے والے کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا تین بار کی جبکہ کتروانے والے کے لئے صرف ایک بار، اور اس لئے بھی کہ بال مونڈوانے میں اللہ عزوجل کی زیادہ تعظیم ہوتی ہے، کیونکہ اس کے نام پر پورے سر کا بال ختم کر دیا جاتا ہے، اور یہ ضروری ہے کہ سر کا مونڈوانا یا کتروانا پورے سر کا ہو جیسا کہ آیت مذکورہ میں "راس" کی جانب اضافت سے سمجھا جارہا ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ سر کے بعض حصہ کو مونڈوانا اور بعض کو چھوڑ دینا شریعت میں ممنوع ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں نافع کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "قزع" سے منع فرمایا ہے، اور جب نافع سے قزع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے بعض حصہ کو مونڈا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے۔

اور جب یہ قزع ممنوع ہے تو وہ اللہ کی قربت کا ذریعہ نہیں ہو سکتا، اور اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی عبادت کی غرض سے پورے سر کو مونڈوایا اور فرمایا کہ:

"مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔"

ہاں عورتیں انگلی کے پور کے برابر اپنے بال کے کنارے سے کاٹ لیں گی۔

مذکورہ تمام امور انجام دینے کے بعد حاجی کے لئے بیوی کو چھوڑ کر تمام ممنوعات احرام حلال ہوگئیں، اب اس کے لئے درست ہے کہ وہ خوشبو استعمال کرے، عام لباس پہنے، بالوں کو کٹوائے، ناخنوں کو تراشے، وغیرہ وغیرہ۔

مسنون یہ ہے کہ اس حلال ہونے کے وقت خوشبو استعمال کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام میں داخل ہونے سے پہلے احرام کے وقت اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے حلال ہوتے وقت خوشبو لگاتی تھی۔" (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ: "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام سے پہلے اور قربانی کے دن بیت اللہ کے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا۔"

۴- **بیت اللہ کا طواف کرنا،** جسے طواف افاضہ یا طواف زیارت یا طواف حج بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:۲۹)

"پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں، اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (منیٰ سے) سوار ہوئے اور بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ (الحدیث)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو قربانی کے دن طواف افاضہ کیا۔" (بخاری ومسلم)

اور جب حاجی حج تمتع کر رہا ہو تو طواف کرنے کے بعد سعی بھی کرے، اس لئے کہ پہلی بار عمرہ کی سعی کی تھی، اس لئے اسے حج کی سعی کرنا ضروری ہے۔

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ:

"جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا ان لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کی سعی کی پھر حلال ہوگئے، پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد اپنے حج کے لئے دوسری سعی کی، مگر جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا کر لیا تھا انہوں نے ایک ہی سعی کی۔"

اور صحیح مسلم کی روایت انہی سے ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

"جس شخص نے صفا ومروہ کی سعی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے اس کا حج یا عمرہ پورا

نہیں کیا۔"(اس حدیث کو امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے)

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

"پھر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھیں، پھر جب ہم حج کے مناسک سے فارغ ہوئے تو مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کی سعی کی، اس طرح ہمارا حج پورا ہو گیا، اور ہم پر قربانی واجب تھی۔"

اس حدیث کو امام بخاری نے "جو لوگ مکہ والے نہ ہوں" کے باب میں ذکر کیا ہے۔

اور اگر حاجی حج افراد یا حج قران کر رہا ہے تو اگر طواف قدوم کے بعد اس نے سعی کر لی تھی تو دوبارہ سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا اور مروہ کی صرف ایک سعی کی، پہلی سعی۔" (مسلم)

اور اگر سعی نہیں کی تھی تو اسے سعی کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزری۔

اگر حج افراد کرنے والا یا قران کرنے والا طواف افاضہ اور حج کی سعی کر لے تو اس کو کامل تحلل حاصل ہو گیا اور اس کے لئے ممنوعات احرام کی تمام چیزیں

حلال ہو گئیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ حج میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور منیٰ سے چل پڑے اور بیت اللہ کا طواف کیا، پھر آپ تمام ممنوعات احرام سے حلال ہو گئے۔“

افضل یہ ہے کہ عید کے دن یہ کام درج ذیل ترتیب کے مطابق کرے:

۱- جمرہ عقبہ کو کنکری مارے۔

۲- قربانی کا جانور ذبح کرے۔

۳- بال مونڈوائے یا کتروائے۔

۴- طواف کرے پھر سعی کرے، اگر حج تمتع کر رہا ہے، اور اگر افراد یا قران کر رہا ہے اور طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کیا ہے تو سعی کرے۔

مذکورہ اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ترتیب سے کیا ہے جو بیان ہوا، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔“

لیکن اگر کوئی مذکورہ امور کو اسی ترتیب سے انجام نہ دے بلکہ بعض کو بعض پر مقدم یا موخر کر دے تو کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی، بال کٹوانے، کنکری مارنے

وغیرہ کے متعلق تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
"کوئی حرج نہیں۔" (بخاری ومسلم)

اور بخاری شریف میں انہی سے روایت ہے کہ:

"منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جارہا تھا، اور آپ فرمارہے تھے "کوئی بات نہیں" ایک آدمی نے آپ سے پوچھا اور کہا کہ: میں نے قربانی سے پہلے بال کٹوالیا ہے، آپ نے فرمایا: اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں، ایک نے سوال کیا: میں نے شام کو کنکری ماری ہے، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔"

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بال کٹوانے کو کنکری مارنے پر مقدم کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا اور قربانی کو کنکری مارنے پر مقدم کرنے کے سلسلے میں پوچھا گیا، اسی طرح طواف افاضہ کو کنکری مارنے پر مقدم کے تعلق سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: کنکری مارلو کوئی حرج کی بات نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن جس چیز کے بارے میں بھی آپ سے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں کرلو۔

اگر عید کے دن طواف افاضہ نہ کرسکے تو اس کو موخر کرنا جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ تشریق کے دن سے زیادہ تجاوز نہ کرے، سوائے کسی اہم عذر کے، جیسے بیماری یا حیض ونفاس وغیرہ۔

منیٰ میں رات گذارنا اور کنکری مارنا:

عید کے دن طواف اور سعی کرنے کے بعد حاجی منیٰ کو لوٹ جائے اور وہاں عید کا بقیہ دن اور تشریق کے ایام (۱۱، ۱۲، ۱۳) ٹھہرا رہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں وہاں ٹھہرتے تھے، ان ایام میں گیارہویں، بارہویں اور اگر تیرہویں تک ٹھہرا رہے تو تیرہویں کی رات میں منیٰ میں رات گذارنا واجب ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں رات گذاری ہے اور فرمایا:

"مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔"

البتہ حج یا حجاج کی مصلحت سامنے آجائے تو اس عذر کی بنا پر منیٰ میں شب گذاری چھوڑ دینا جائز ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجیوں کو پانی پلانے کی غرض سے منیٰ کی راتیں مکہ میں گذارنے کے لئے اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دیدی۔

اور عاصم بن عدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ سے باہر رات گذارنے کی رخصت دی ہے۔(رواہ الجماعۃ)

تشریق کے دنوں میں روزانہ (زوال کے بعد) تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں پے درپے مارے، ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے، پہلے مسجد خیف

کے پاس جو پہلا جمرہ ہے اسے کنکری مارے، پھر تھوڑا آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعاء کرتا رہے۔

پھر دوسرے جمرہ کے پاس جائے اور کنکری مارے، اور کنکری مارنے کے بعد بائیں ہو جائے اور تھوڑا نیچے تر جائے اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دیر تک کھڑا ہو کر دعاء کرتا رہے۔

پھر تیسرے جمرہ (عقبہ) کو کنکری مارے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے، بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے، اگر جمرات کے پاس دیر تک کھڑا ہونے کی سہولت نہ ہو تو بقدر امکان ٹھہرے تاکہ اس سنت کو جسے اکثر لوگوں نے ناواقفیت یا سستی کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے زندہ رکھا جاسکے۔

کھڑا ہو کر دعاء مانگنے کی سنت کو چھوڑنا نہیں چاہیئے، ورنہ سنت ضائع ہو جائے گی اور خاص کر ایسے وقت میں جبکہ کوئی سنت ضائع ہو رہی ہو اس کا کرنا فضیلت کے اعتبار سے اور اس سنت کو لوگوں میں پھیلانے کے اعتبار سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔

تشریق کے مذکورہ ایام میں صرف زوال کے بعد کنکری مارنا جائز ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد کنکری مارا ہے، اور آپ نے فرمایا:

"مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔"

اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن جمرہ عقبہ کو چاشت کے وقت کنکری مارا اور اس کے بعد جب سورج ڈھل گیا تب۔" (مسلم)

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ "ہم کب کنکری ماریں" تو انہوں نے فرمایا:

"ہم انتظار کرتے تھے، پھر جب سورج ڈھل جاتا تو کنکری مارتے"

بارہویں تاریخ کو کنکری مارنے کے بعد حج کے واجبات ختم ہو جاتے ہیں، اب حاجی کو اختیار ہے کہ وہ ۱۳/ تاریخ کے لئے منیٰ میں ٹھہرا رہے اور ۱۳ کو زوال کے بعد کنکری مارے پھر کوچ کرے، یا بارہویں کو ہی زوال کے بعد کنکری مار کر منیٰ سے نکل جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَمَنْ تَعجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ (البقرہ:۲۰۳۔

"دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لئے ہے۔"

ویسے تیرہ تاریخ تک ٹھہرنا افضل ہے، اس لئے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اور چونکہ ۱۳ تاریخ کو رک جانے، منیٰ میں رات گذارنے اور دوسرے دن کنکری مارنے کی وجہ سے زیادہ عمل ہو جاتا ہے اس لئے اس پر ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

ہاں اگر بارہویں تاریخ کو منیٰ سے نکلنے سے پہلے ہی سورج غروب ہو جائے تو ایسی حالت میں وہاں سے کوچ نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جلدی جانے کو دن سے مقید کیا ہے، اور اسے مطلق نہیں رکھا ہے اور دن سورج غروب ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، اس لئے جب دو دن ختم ہو گئے تو جلدی نکلنے کا وقت ختم ہو گیا۔

اور موطا امام مالک میں نافع فرماتے ہیں کہ:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

تشریق کے دوسرے دن جو حاجی منیٰ میں ہو اور سورج غروب ہو جائے تو اسے اگلے دن کنکری مارنے کے قبل منیٰ سے نہیں نکلنا چاہئے۔

لیکن منیٰ میں تاخیر اگر اس کے اختیار کے بغیر ہو، جیسے کوئی شخص سفر کی تیاری کرلے، سامان باندھ لے، مگر کثرت ازدحام کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وہ منیٰ سے باہر نہ جاسکے اور سورج منیٰ میں ہی غروب ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

کنکری مارنے میں دوسرے کونائب یا وکیل بنانا:

کنکری مارنا حج کے اعمال میں سے ایک عمل ہے، اور حج کا ایک حصہ ہے، اس لئے حاجی کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے تو اسے خود ہی انجام دے، خواہ وہ فرض حج ہو یا نفلی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾(البقرہ:۱۹۶)

"اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔"

اس لئے حج اور عمرہ میں داخل ہو جانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو خود ہی پورا کرے، خواہ عمرہ یا حج نفلی ہو، اور اس کے لئے درست نہیں کہ کسی دوسرے کو کنکری مارنے کے لئے اپنا نائب بنائے، سوائے اس عذر کی بنا پر کہ وہ بیماری کی وجہ سے یا بڑھاپے یا طفولت وغیرہ کی وجہ سے کنکری مارنے سے عاجز ہو، ایسی صورت میں وہ جس کے دین وعلم پر اعتماد کرتا ہو اس کو وکیل بنا سکتا ہے، اور وہ وکیل مذکورہ شخص کی جانب سے کنکری مار سکتا ہے اس معاملے میں یہ کوئی شرط نہیں کہ حاجی نے خود کنکری چن کر وکیل کو دیا ہے یا وکیل نے خود ہی اپنے لئے اور موکل کے لئے چنا ہے۔

نیابت کے سلسلہ میں کنکری مارنے کی کیفیت یہ ہوگی کہ وکیل پہلے اپنی سات کنکریاں مارے گا پھر موکل کی جانب سے نیت کر کے کنکری مارے گا۔

ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر وکیل اپنی جانب سے اور موکل کی جانب سے

کنکری مارے، اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ضرورت ہے کہ تینوں جمرات کو پہلے اپنی جانب سے کنکری مارے پھر لوٹ کر آئے اور موکل کی جانب سے تینوں کو مارے، اس لئے کہ اس بات کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

طواف وداع:

جب حاجی اعمال حج ختم کرنے کے بعد منیٰ سے چل پڑے اور اپنے شہر یا ملک کے لئے واپسی کا ارادہ کرلے تو بیت اللہ کا آخری طواف کرنے سے پہلے مکہ شہر سے نہ نکلے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف وداع کیا ہے اور آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔"

اس لئے ضروری ہے کہ مکہ کے کاموں میں طواف وداع آخری کام ہو، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

"لوگ ہر طرف سے کوچ کرکے مکہ سے باہر جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی اس وقت تک کوچ نہ کرے جب تک بیت اللہ کے ساتھ اس کا آخری عہد نہ ہوجائے" (یعنی بیت اللہ کا آخری طواف نہ کرلے) (مسلم)

لہٰذا آخری طواف کے بعد مکہ میں ٹھہرے رہنا جائز نہیں ہے، اور نہ سفر سے متعلق ضروری امور کو چھوڑ کر جیسے کجاوہ کسنا، ساتھیوں کا انتظار کرنا، گاڑی کا

انتظار کرنا، یا کسی نے اس سے ایک متعین وقت پر ملنے کا وعدہ کیا ہو، جس کی وجہ سے اسے تاخیر ہو رہی ہو، کسی اور کام میں مشغول ہونا یا ٹھہرے رہنا درست نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص مذکورہ کاموں کے علاوہ کسی اور وجہ سے مکہ میں ٹھہر جائے تو اسے دوبارہ طواف وداع کرنا ہوگا تاکہ اس کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو۔

حائض اور زچگی کے مراحل سے گذرنے والی خواتین پر طواف وداع واجب نہیں ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ "لوگوں کو حکم دیا گیا کہ مکہ میں ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو، مگر حائض کو چھوٹ دیدی گئی۔" (بخاری و مسلم)

اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"طواف افاضہ کرنے کے بعد صفیہ بنت حیی کو حیض آگیا تو حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روک دیں گی؟ اس پر میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں پھر اس کے بعد حیض آیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تب پھر وہ کوچ کر جائیں۔"

اور نفاس والی عورت بھی حائضہ کی طرح ہے، اس لئے اس کا طواف درست نہیں۔

حج کے اعمال کا خلاصہ

پہلے دن یعنی آٹھویں تاریخ کا عمل:

۱- حاجی اپنی قیامگاہ سے حج کی نیت کرے گا، غسل اور خوشبو لگانے کے بعد احرام کے کپڑے پہنے گا اور تلبیہ کے کلمات پکارے گا:

"لبيك حجا، لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"

۲- منیٰ جائے گا وہاں نویں تاریخ کی صبح تک سورج نکلنے کے وقت تک ٹھہرے گا اس دوران آٹھویں تاریخ کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور دوسرے دن کی فجر کی نمازیں وہاں پڑھے گا، ہر نماز اس کے وقت میں پڑھے گا اور چار رکعت والی نمازوں کو قصر پڑھے گا۔

دوسرے دن یعنی نویں تاریخ کا عمل:

۱- سورج نکلنے کے بعد عرفہ کی طرف کوچ کرے گا، وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں قصر کے ساتھ اور جمع تقدیم کی صورت میں پڑھے گا اور اگر سہولت ہو تو زوال سے پہلے مقام نمرہ میں اترے گا۔

۲- نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر سورج ڈوبنے تک ذکر اور دعاء میں مشغول رہے گا۔

۳- سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کے لئے کوچ کرے گا، وہاں پہنچ کر مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک ساتھ پڑھے گا، اور فجر طلوع ہونے تک وہاں رات گزارے گا۔

۴- فجر طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھے گا، پھر خوب اجالا پھیلنے تک دعاءوذکر میں مشغول رہے گا۔

۵- سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کی جانب چل پڑے گا۔

تیسرے دن یعنی عید کے دن کا عمل:

۱- منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کو لگاتار سات کنکریاں مارے گا، اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے گا۔

۲- اگر اس کے پاس قربانی کا جانور ہے تو اسے ذبح کرے گا۔

۳- اپنا سر مونڈوائے گا یا بال ترشوائے گا۔

ان کاموں کے بعد اسے پہلا تحلل حاصل ہو جائے گا، اب وہ اپنے عام کپڑے پہن سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے اور احرام کے تمام ممنوعات سوائے بیوی کے اس کے لئے حلال ہو جائیں گے۔

۴- مکہ جائے گا، اور بیت اللہ کا طواف افاضہ کرے گا، اسی طواف کو طواف حج بھی کہتے ہیں، اور اگر حج تمتع کر رہا ہے تو طواف کے بعد صفا اور مروہ کی سعی

کرے گا اور اگر حج تمتع نہیں کر رہا ہے اور طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کیا ہے تو بھی صفاو مروہ کی سعی کرے گا۔ (اور اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی کر چکا ہے تو دوبارہ سعی کرنے کی ضرورت نہیں)

اس طواف اور سعی کے بعد ہی اس کے لئے تمام ممنوعات احرام یہاں تک کہ بیوی سے ملنا بھی حلال ہو جائے گا۔

۵-مکہ سے منیٰ لوٹ کر گیارہویں کی رات منیٰ میں گذارے گا۔

چوتھے دن یعنی گیارہویں تاریخ کا عمل:

۱- تینوں جمرات کو کنکری مارے گا، پہلے جمرہ اولیٰ کو پھر وسطی کو اور پھر عقبہ کو، ہر جمرہ کو زوال کے بعد سات کنکریاں لگاتار مارے گا اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے گا، زوال سے پہلے کنکری مارنا جائز نہیں، پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس ٹھہر کر دعاء کرنی چاہیے۔

۲-بارہویں کی رات منیٰ میں گزارے گا۔

پانچویں دن یعنی بارہویں تاریخ کا عمل:

۱- تینوں جمرات کو اسی طرح کنکری مارے گا جس طرح گیارہویں کو مارا تھا۔

۲-سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے چل پڑے گا اگر جلدی کا ارادہ ہو، ورنہ ٹھہرنے کی صورت میں تیرہویں کی رات منیٰ میں گذارے گا۔

چھٹے دن یعنی تیرھویں تاریخ کا عمل:

یہ دن خاص ان لوگوں کے لئے ہے جو تاخیر کا ارادہ کر چکے ہوں ان کے لئے اس دن درج ذیل کام ہیں:

۱- جس طرح پہلے دو دنوں میں کنکری ماری تھی اسی طرح تیرھویں کو بھی تینوں جمرات کو کنکری مارے گا۔

۲-اس کے بعد منیٰ سے کوچ کرے گا۔

مکہ سے سفر کے وقت آخری کام طواف وداع ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

آٹھویں فصل

حج کے واجبات

حج کے واجبات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا، دوسری قسم جس کے بغیر حج صحیح ہو سکتا ہے۔

جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا اس کا دوسرا نام ارکان حج ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- احرام:

احرام کا مطلب ہے حج میں داخل ہونے کی نیت کرنا، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ مانوى"

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔"

حج کا وقت شوال کے مہینے سے شروع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرة:۱۹۷)

"حج کے مہینے مقرر ہیں، اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے۔"

ان مہینوں میں پہلا مہینہ شوال ہے اور آخری مہینہ ذی الحجہ کا آخیر ہے۔
اور احرام باندھنے کی پانچ جگہیں متعین ہیں اور وہ یہ ہیں:

☆ ذوالحلیفہ:

جس کا دوسرا نام ابیار علی ہے جو مدینہ والوں کا میقات ہے۔

☆ الجحفہ:

جو رابغ کے قریب ایک گاؤں تھا، اس کا نشان اب مٹ گیا ہے اور اس کے بدلے اب رابغ سے احرام باندھتے ہیں جو شام کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے۔

☆ یلملم:

یہ ایک پہاڑ یا ایک جگہ ہے جو مکہ آتے وقت یمن کے راستے میں پڑتا ہے اور یمن سے آنے والوں کا میقات یہی ہے اور اس کا دوسرا نام "السعدیہ" ہے۔

☆ قرن المنازل:

اس کا دوسرا نام "السیل" ہے جو اہل نجد کا میقات ہے۔

☆ ذات عرق:

اس کا دوسرا نام "الضریبۃ" ہے جو عراق کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے۔

جو شخص ان میقاتوں سے ہو کر گذرے اس کا میقات وہی ہو گا گرچہ وہ ان جگہوں کا رہنے والا نہ ہو۔

۲- عرفہ کے اندر ٹھہرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

"جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔"

اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"عرفہ ہی حج ہے جو شخص مزدلفہ کی رات فجر کے طلوع ہونے سے پہلے عرفہ آجائے اس کو عرفہ کا وقوف مل گیا۔"(۱)

---

(۱) مزدلفہ کا نام "لیلۃ جمع" اس لئے ہے کہ حاجی لوگ اسی رات یہاں اکٹھا ہوتے ہیں۔ (مترجم)

اوراس کاوقت ذی الحجہ کی نویں تاریخ کوسورج ڈھلنے کے بعد سے لیکر دسویں تاریخ کے طلوع فجر تک ہے،اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد وقوف کیااور کہا:

"جوشخص مزدلفہ کی رات طلوع فجر سے پہلے عرفہ آگیااس کو عرفہ کا وقوف مل گیا۔"

اورایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس کاوقت نویں تاریخ کے طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اوراس کی جگہ پورا عرفہ ہے،اس لئے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں یہاں ٹھہرا ہوں لیکن پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔"

۳-بیت اللہ شریف کاطواف کرنا:(طواف افاضہ)

اللہ تعالی کافرمان ہے:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾(الحج:۲۹)

"اوراللہ کے قدیم گھر کاطواف کریں۔"

اوراس لئے بھی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوجب صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بتایا گیاکہ وہ حائضہ ہوگئی ہیں توآپ نے کہا:"أحابستنا هي؟"کیا

وہ ہمیں روک لیں گی؟ تو بعض بیویوں نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا: ”فلتنفر إذن“ تب تو وہ چلیں“

اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ ”کیا وہ ہمیں روک لیں گی؟“

اس بات کی دلیل ہے کہ طواف افاضہ کرنا ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رکنے کا کوئی سبب نہیں تھا، اس لئے جب آپ کو خبر ہوئی کہ وہ طواف کر چکی ہیں تو پھر آپ نے وہاں سے نکلنے کی اجازت دے دی۔

طواف افاضہ کا وقت وقوف عرفہ ومزدلفہ کے بعد ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:۲۹)

”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں، اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔“

اور میل وکچیل کو دور کرنا اور نذروں کا پورا کرنا عرفہ ومزدلفہ کے وقوف کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

۴-صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا:

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾(البقرہ:۱۵۸)

''صفااور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہم یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں، پھر جب ہم لوگ تمام مناسک سے فارغ ہوگئے تو مکہ آکر ہم لوگوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیااور صفاومروہ کی سعی کی،اور ہم لوگوں کا حج پورا ہو گیا۔

اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

''تمہارا صفاومروہ کی سعی کرنا تمہارے حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہے۔''

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج اور عمرہ پورا نہ کرے جو صفااور مروہ کا طواف نہ کرے۔''(یعنی سعی نہ کرے)

سعیکا وقت حج تمتع کرنے والے کے لئے عرفہ اور مزدلفہ کے وقوف اور طواف افاضہ کرنے کے بعد ہے ،اور اگر اس سے پہلے ہی کرلے تو کوئی حرج

نہیں ہے، خاص کر اگر بھول یا جہالت کی وجہ سے کرے، اس لئے کہ ایک صحابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

لیکن حج قران اور افراد کرنے والوں کے لئے سعی طواف قدوم کے بعد ہے۔

پس یہ چار ارکان ہیں: احرام، عرفہ کے اندر ٹھہرنا، طواف افاضہ کرنا اور صفا ومروہ کی سعی کرنا، ان چاروں کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا۔

دوسری قسم جس کے بغیر حج صحیح ہو سکتا ہے، اصطلاح میں اس کو واجبات حج کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱- یہ کہ احرام شریعت کے مقرر کردہ میقات سے باندھا جائے، اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مدینہ والے ذوالحلیفہ (ابیار علی) سے احرام باندھیں گے......"

(آخری حدیث تک)

اور یہ حدیث حکم کے معنی میں ہے، جس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت ہے کہ جس وقت آپ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے پوچھا گیا کہ میں کہاں سے عمرہ کروں، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے نجد والوں کے لئے قرن المنازل مقرر کیا ہے...... حدیث کے آخر تک۔

اور یہ دونوں روایتیں صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔

۲- نویں ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے تک مسلسل عرفہ میں ٹھہرنا، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غروب ہونے تک وقوف کیا اور فرمایا:

"تم مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو۔"

اور اس لئے بھی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے عرفہ سے چلے جانے میں زمانہ جاہلیت کی مشابہت ہے، کیونکہ وہ لوگ سورج ڈوبنے سے پہلے بھاگ نکلتے تھے۔

۳- عید الاضحیٰ والی رات مزدلفہ میں گذارنا، اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۸)

"جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔"

اور اس کا وقت فجر کی نماز تک ہے، اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"جو شخص ہمارے ساتھ فجر کی نماز میں حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ وقوف

کیا یہاں تک کہ ہم یہاں سے کوچ کریں اور اس سے پہلے عرفہ میں
رات یا دن میں وقوف کیا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا اور اس کا میل کچیل
دور ہو گیا۔"

بچوں اور کمزور خواتین جن کو بھیڑ بھاڑ سے دشواری اور مشقت ہو، ان لوگوں کے لئے رات کے آخری حصہ میں منیٰ کے لئے کوچ کرنا جائز ہے، تاکہ وہ لوگوں کے منیٰ پہنچنے اور بھیڑ بھاڑ ہونے سے پہلے کنکریاں مار دیں۔

اس لئے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیتے تھے، تو ان میں سے کچھ تو فجر کی نماز کے وقت منیٰ پہنچ جاتے تھے اور کچھ لوگ اس کے بعد پہنچتے تھے۔ پھر جب وہاں پہنچ جاتے تو کنکریاں مارتے، اور (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہتے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں رخصت دی ہے۔

اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما چاند کے غائب ہونے (ڈوبنے) کا انتظار کرتی تھیں جب وہ ڈوب جاتا تو وہ مزدلفہ سے منیٰ کے لئے کوچ کر جاتیں اور وہاں پہنچ کر کنکریاں مارتیں، پھر لوٹ کر اپنی رہائش گاہ میں فجر کی نماز پڑھتی تھیں، اور یہ کہتی تھیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لئے اجازت دی ہے۔ (صحیح بخاری)

پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اس لئے حاجی کو چاہئے کہ وہ ٹھہرنے سے پہلے مزدلفہ کے حدود کی تحقیق کر لے تاکہ اس کے باہر نہ ٹھہرے۔

۴- عید کے دن (دسویں ذی الحجہ کو) بڑے جمرہ (عقبہ) کو کنکری مارنا، اور ایام تشریق میں تینوں جمرات کو اس کے وقت میں کنکری مارنا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ (البقرۃ:۲۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو، پس جو شخص دو دن کے اندر جلدی کرنا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیز گار کے لئے ہے۔“

یہاں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہے اور جمرات کو کنکریاں مارنا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں سے ہے، اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

”بیت اللہ شریف کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کی سعی کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارنا اللہ کے ذکر کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔“

۵- مردوں کے لئے سر کے بال منڈوانا یا چھوٹا کرانا اور عورتوں کے لئے صرف انگلی کے پور کے مقدار کاٹنا۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عورتوں کے لئے بال منڈوانا نہیں بلکہ ان کے لئے چھوٹا کرانا ہے۔"[1]

۶- منیٰ میں گیارہویں اور بارہویں رات کا گذارنا، اس شخص کے لئے جس کو جلدی ہو، اور اگر تاخیر کرنا چاہے تو تیرہویں رات بھی منیٰ میں گذارے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہویں رات بھی گزاری تھی، اور فرمایا:

"تم مجھ سے سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔"

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حاجیوں کو پانی پلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گذاریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ نے ان کے لئے رخصت دے دی، تو لفظ رخصت کی تعبیر اس بات کی دلیل ہے کہ جس کے پاس عذر

---

(۱) اسے ابوداود (۱۹۸۵) اور دارمی (۲/ ۶۴) نے دو سندوں سے روایت کیا ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔

نہیں ہے اس کے لئے منیٰ میں رات گذارنا واجب ہے۔

یہ چھ چیزیں حج کے اندر واجب ہیں، لیکن حج ان کے بغیر بھی صحیح ہو سکتا ہے ،اور جمہور علماء کے نزدیک ان میں سے کسی ایک کے چھوڑ دینے سے ایک بکری یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ فدیہ دینا ہوگا جو مکہ میں ذبح کر کے وہاں کے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

رہا طواف وداع کا مسئلہ تو وہ مکہ سے اپنے شہر اور ملک کی طرف واپس جانے والے حاجی کے لئے نکلتے وقت واجب ہے۔

کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عہد بیت اللہ شریف سے ہو مگر یہ کہ حائضہ عورت کے لئے رخصت دی گئی ہے۔"

اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے مکہ سے نکلتے وقت بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

نویں فصل

حجاج سے سرزد ہونے والی بعض غلطیاں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾(الاحزاب:۲۱)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(الأعراف:۱۵۸)

"سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر، جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی اتباع کرو تاکہ تم راہ پر چلو۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
(آل عمران:۳۱)

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾(النمل:۷۹)

''پس آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے یقیناً آپ سچے اور کھلے دین پر ہیں۔''

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلاَّ الضَّلاَلُ فَأَنَّي تُصْرَفُونَ﴾
(یونس:۳۲)

''پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔''

پس ہر وہ چیز یا عبادت یا طریقہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر ہو یا مخالف ہو تو وہ باطل اور گمراہی اور مردود ہے۔ (یعنی اس کے کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا)

جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔"[1]

یعنی اس کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کے کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا۔

کچھ مسلمان- اللہ ان کو ہدایت کی توفیق دے- بہت ساری عبادتوں میں کچھ چیزیں ایسی کرتے ہیں جن کا قرآن اور حدیث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا، اور خاص کر حج میں بغیر علم کے بہت سارے فتوے دیتے ہیں اور فتویٰ دینے میں مقابلہ بھی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ فتویٰ بازی بعض لوگوں کے نزدیک نام ونمود کا ذریعہ بن گئی ہے جس کی وجہ سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

مسلمان کے لئے واجب ہے کہ فتویٰ دینے میں پہل نہ کرے، جب تک کہ اس کے پاس اس کا علم نہ ہو، کیونکہ اس کے ساتھ اللہ کے سامنے آنا ہوگا، اور اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے احکام کی تبلیغ کرنے والا ہے، تو فتویٰ دیتے وقت اللہ کے اس قول کو یاد کرے جس کو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الأَقَاوِيلِ ۝ لأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ (الحاقۃ: ۴۴-۴۷)

---

(۱) بخاری ومسلم۔

”اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“

اور اسی طرح اللہ کا قول:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف:۳۳)

”آپ فرمایئے کہ اللہ میرے رب نے حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں، اور جو پوشیدہ ہیں، اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔“

اور اکثر غلطیاں جو حاجیوں سے ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ بغیر علم کے فتویٰ دیتے پھرتے ہیں، اور بہت سارے لوگ بغیر دلیل کے ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں۔

ہم اللہ کی مدد سے سنت سے ان تمام اعمال کو واضح کریں گے جن کے اندر لوگ زیادہ غلطیاں کرتے ہیں اور غلطیوں کی تنبیہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو حق کی توفیق دے، اور اس کے ذریعہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچائے، بیشک وہ سخی اور مہربان ہے۔

احرام اور اس کی غلطیاں

بخاری ومسلم اور ان کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کا میقات ذوالحلیفہ مقرر کیا اور شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور یمن والوں کے لئے یلملم، اور آپ نے فرمایا:

''یہ مواقیت ان لوگوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو حج اور عمرہ کی نیت سےیہاں سے گذریں، گرچہ وہ وہاں کے باشندے نہ ہوں۔''

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کا میقات ''ذات عرق'' مقرر کیا۔ (ابوداؤد ونسائی)

اور بخاری ومسلم میں بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں گے، اور شام والے جحفة سے احرام باندھیں گے، اور نجد والے قرن المنازل سے احرام باندھیں گے...... الحدیث''

پس یہ تمام مواقیت جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے یہ شرعی حدود ہیں جو توقیفی ہیں اور شارع علیہ السلام سے منقول ہو کر چلی آرہی

ہیں، کسی شخص کیلئے ان کے اندر تبدیلی کرنا یا ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں، یا جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے بغیر احرام کے ان حدود سے آگے بڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا ہے، اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

"اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں ایسے لوگ ظالم ہیں۔"

اور اس لئے بھی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس کا بیان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مدینہ اور شام اور نجد والے احرام باندھیں گے، اور یہاں خبر امر (حکم) کے معنی میں ہے اسی لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا ہے"

اور اھلال کا معنی ہے بلند آواز سے تلبیہ کہنا، اور یہ تلبیہ احرام کے بعد ہی ہوتا ہے۔

پس جس نے حج یا عمرہ کی نیت کی ہو، اور ان مواقیت سے گذرے یا ان کے برابر اور مقابل سے ہو تو اس کے لئے وہاں سے احرام باندھنا واجب ہے، چاہے خشکی کے راستے سے آئے یا سمندری راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

اگر وہ خشکی کے راستے سے آرہا ہو اور اس سے یا اس کے مقابل سے اس کا گذر ہو تو وہ وہاں اترے اور ان تمام چیزوں کو کرے جو احرام کے وقت کیا جاتا ہے، جیسے کہ غسل کرنا اور اپنے جسم پر خوشبو لگانا اور احرام کا کپڑا پہننا، پھر اس کے بعد روانہ ہونے سے پہلے احرام کی نیت کرے۔

اور اگر بحری (سمندری) راستے سے آرہا ہو اور کشتی یا اسٹیمر میقات کے پاس ٹھہرنے والی ہو تو غسل کرکے اور خوشبو وغیرہ لگا کر احرام کے کپڑے پہن لے اور کشتی کے روانہ ہونے سے پہلے احرام کی نیت کرے، اور اگر کشتی میقات کے پاس ٹھہرنے والی نہ ہو تو پہلے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر خوشبو لگالے اور احرام کا کپڑا ابھی پہن لے پھر جب کشتی میقات کے قریب پہنچے تو اس وقت احرام کی نیت کرے۔

اور اگر فضائی (ہوائی جہاز کے) راستے سے آرہا ہو تو جہاز پر سوار ہوتے وقت ہی غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائے اور خوشبو لگا کر احرام کے کپڑے بھی میقات کے قریب پہنچنے سے پہلے پہن لے، پھر میقات کے قریب پہنچنے سے تھوڑا پہلے احرام کی نیت کرلے، اور میقات کے ایک دم قریب آنے کا انتظار نہ کرے کیونکہ جہاز بہت تیز رفتاری سے گذر جائے گا اور نیت کرنے کی فرصت نہیں ملے گی، اور اگر احتیاط کے طور پر میقات سے پہلے ہی احرام کی نیت کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس موقع پر بعض لوگ اس غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں کہ وہ ہوائی جہاز میں میقات کے اوپر سے یا اس کے مقابل سے گزرے ہوئے احرام کی نہیں کرتے بلکہ جب جدہ ایئرپورٹ پر پہنچتے ہیں تو وہاں سے احرام باندھ کر نیت کرتے ہیں، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی سراسر مخالفت اور اللہ کے حدود سے تجاوز کرنا ہے۔

بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب بصرہ اور کوفہ دونوں شہر فتح ہوگئے اور ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو کچھ لوگ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کا میقات قرن المنازل مقرر کیا ہے اور وہ ہم لوگوں کے راستے سے ہٹ کر ہے اور قرن المنازل کے راستے سے ہوکر آنے میں ہم لوگوں کے لئے بڑی مشقت اور تکلیف ہے، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اپنے راستے میں اس میقات کے مقابل اور سامنے کو دیکھ کر وہیں سے احرام باندھو۔

چنانچہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو خلفاء راشدین میں سے ہیں انہوں نے اس شخص کے لئے جو میقات سے نہ گذرے بلکہ میقات کے مقابل اور برابر سے گذرے اسی کو میقات مقرر کیا اور اسی طرح جو فضائی راستے سے میقات کے برابر سے گذرے تو وہ بھی خشکی کے راستے کی طرح ہے جو اس

کے برابر سے گذرے اوران دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس اگر کوئی شخص اس طرح کی غلطی میں پڑ جائے کہ وہ بغیر احرام باندھے جدہ چلا آئے تو اس کے اوپر لازم ہے کہ وہ اسی میقات کو واپس لوٹے جہاں سے اس کا ہوائی جہاز گذرا تھا اور وہیں سے احرام باندھے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے اور جدہ ہی سے احرام باندھتا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کے اوپر ایک فدیہ ہے جس کو وہ مکہ میں ذبح کر کے پورا کا پورا وہاں کے فقراء و مساکین میں تقسیم کرے گا اور اس میں سے وہ خود نہ کھائے گا اور نہ ہی کسی مالدار شخص کو ہدیہ دے گا اس لئے کہ یہ کفارہ کی جگہ پر ہے۔

طواف اور اس کی عملی غلطیاں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے طواف حجر اسود سے شروع کیا جو بیت اللہ کے رکن یمانی کے مشرقی کونہ میں ہے اور آپ نے پورے بیت اللہ کا طواف کیا حطیم کو شامل کر کے۔ اور آپ نے صرف طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل [1] کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طواف کے دوران حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے بوسہ دیتے تھے نیز آپ نے ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔

آپ کے ساتھ ایک ٹیڑھے سر کا ڈنڈا تھا آپ نے اس سے حجر اسود کو چھو کر اس ڈنڈے کو بوسہ دیا ہے، اس حال میں کہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر بھی طواف کیا جب بھی آپ حجر اسود سے گذرتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ رکن یمانی کو چھوتے تھے۔

حجر اسود کے چھونے کی یہ مختلف کیفیات -اللہ اعلم- صرف سہولت کے لئے تھیں، آپ کے لئے جو بھی طریقہ آسان ہوا آپ نے کیا اور اس سلسلے میں

---

(۱) رمل کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدم سے جلدی جلدی چلنا۔ (مترجم)

جو بھی طریقہ آپ نے اپنایا، چاہے وہ استلام ہو یا بوسہ دینا ہو یا اشارہ کرنا ہو، سب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی عظمت کے لئے تھا اور اس اعتقاد سے نہیں کیا کہ یہ پتھر نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔

صحیحین میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے:

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نفع، اگر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

وہ غلطیاں جو بعض حاجیوں سے واقع ہوتی ہیں:

۱- حجر اسود سے پہلے طواف شروع کرنا، یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان سے یہ دین کے اندر غلو ہے جس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، اور یہ بعض وجوہ سے رمضان کو ایک دن یا دو دن آگے کر دینے کے مشابہ ہے اور اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت ثابت ہے۔

بعض حاجیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ احتیاطاً کیا جاتا ہے غیر مقبول ہے، کیونکہ حقیقی اور نفع بخش احتیاط شریعت کی اتباع کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھنا ہے۔

۲- بھیڑ بھاڑ کے وقت حطیم کے اندر سے طواف کرنا، اس طرح سے کہ

حطیم کے دروازہ سے داخل ہو کر سامنے والے دروازہ سے نکل جانا، اور باقی حصہ کو اپنے دائیں طرف سے چھوڑ دینا، یہ بہت بڑی غلطی ہے، جو ایسا کرے گا اس کا طواف صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ حقیقت میں اس نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا بلکہ اس کے بعض حصے کا طواف کیا۔

۳-پورے ساتوں چکروں میں رمل کرنا۔

۴- حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے سخت ازدحام پیدا کرنا یہاں تک کہ کبھی کبھی لڑائی جھگڑا اور گالی گلوج تک نوبت آجاتی ہے، اور آپس میں مار پیٹ اور بدکلامی ہو جاتی ہے جو اس عمل کے لئے اور مسجد حرام کے اندر اور بیت اللہ کے سایہ میں قطعاً مناسب نہیں۔ پس ایسا کرنے سے طواف کے اندر (اجر میں) کمی ہوتی ہے، بلکہ پورے حج کے مناسک میں کمی ہوتی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرة:۱۹۷)

”حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے۔“

یہ مزاحمت اور بھیڑ بھاڑ خشوع وخضوع کو ختم کر دیتی اور اللہ کے ذکر واذکار کو بھلا دیتی ہے، جبکہ طواف کے اندر یہی دونوں اصل مقصود ہوتے ہیں۔

۵- بعض لوگوں کا یہ اعتقاد رکھنا کہ حجر اسود بذات خود نفع بخش ہے، اسی لئے بہت سارے لوگوں کو آپ ایسا پائیں گے کہ جب وہ حجر اسود کو چھوتے ہیں تو اپنے ہاتھوں کو باقی جسم پر پھیرتے اور مسح کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جو ان کے بچے ہوتے ہیں ان کے جسم پر بھی پھیرتے ہیں، حالانکہ یہ سب جہالت اور گمراہی ہے، نفع و نقصان صرف اللہ وحدہ لاشریک کی جانب سے ہے، گذشتہ صفحات میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا قول گذر چکا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ بیشک میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۶- بعض حجاج کعبہ کے چاروں کونوں کو چھوتے ہیں بلکہ کبھی کبھی کعبہ کی تمام دیواروں کو بھی چھوتے ہیں اور اس کا مسح کرتے ہیں، حالانکہ یہ جہالت اور گمراہی ہے اس لئے کہ استلام (چھونا) ایک عبادت اور اللہ عزوجل کی عظمت ہے، تو اس میں صرف انہی چیزوں کو کرنا واجب ہے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوں، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ دوسرے کونوں کو نہیں چھوا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں مجاہد سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ

چاروں کونوں کو چھونے لگے، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان دونوں کونوں کا (حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ) کیوں استلام کرتے ہو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو نہیں چھوا ہے؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیت اللہ کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کو چھوڑ دیا جائے، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے۔"

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔

طواف اور اس کی قولی غلطیاں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ جب بھی طواف کے دوران حجر اسود کے پاس پہنچتے تو اللہ اکبر کہتے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ پڑھتے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ:۲۰۱)

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی

عطا کر، اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے۔"

اور آپ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔

اس موقع پر بعض طواف کرنے والے جن غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر چکر میں مخصوص دعائیں کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اس چکر میں کوئی دوسری دعا نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر دعا کے ختم ہونے سے پہلے وہ چکر پورا ہو جائے تو اس دعا کو کاٹ دیتے ہیں، (دعا پڑھنا بند کر دیتے ہیں) گرچہ ایک ہی کلمہ باقی رہ گیا ہو، تاکہ دوسرے چکر کے لئے نئی دعا شروع کریں اور اگر چکر پورا ہونے سے پہلے اس چکر کی دعا پوری ہو گئی تو خاموش ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کے ہر چکر کے لئے کوئی مخصوص دعا وارد نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طواف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مخصوص ذکر وارد نہیں ہے، نہ ہی آپ کے حکم سے اور نہ ہی قول سے اور نہ ہی آپ کی تعلیم سے، بلکہ آدمی اس موقع پر تمام شرعی دعائیں پڑھ سکتا ہے۔ بہت سارے لوگ جو پرنالہ کے نیچے اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر مخصوص دعائیں کرتے ہیں اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

اس لئے طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ دنیا اور آخرت کی اپنی پسندیدہ چیز کے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے چاہے وہ کوئی بھی مشروع ذکر ہو، جیسے تسبیح یا تحمید یا تہلیل یا تکبیر یا قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ۔

ایک غلطی یہ بھی ہے جس کا ارتکاب بعض طواف کرنے والے کرتے ہیں کہ لکھی ہوئی دعاؤں کو اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہیں اور ان کے معانی کو نہیں جانتے، بسا اوقات اس میں طباعت کی غلطی کی وجہ سے معنی بدل جاتا ہے اور طواف کرنے والا اپنے لئے ہی بد دعا کر بیٹھتا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا، یہ تعجب خیز چیز بہت سننے میں آتی ہے۔

اگر طواف کرنے والا اپنے رب سے انہی چیزوں کے بارے میں دعا کرتا جس کا وہ ارادہ کئے ہوئے ہو اور اس کو جانتا ہو تو یہ اس کے لئے نفع بخش اور بہتر ہوتا، اور اپنے مراد کو بھی پہنچ جاتا اور اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی ہوتی۔

ایک غلطی یہ بھی ہے جس کا ارتکاب بعض طواف کرنے والے کرتے ہیں کہ لوگ ایک جماعت کی شکل میں اکٹھا ہوتے ہیں اور ان کا ایک قائد ہوتا ہے جو ان کو بلند آواز سے دعائیں پڑھواتا اور طواف کراتا ہے اور اس کے پیچھے لوگ ایک آواز میں اس کی اتباع کرتے ہیں جس کی وجہ سے آواز بلند ہوتی ہے اور اس سے

ایک ہنگامہ کی شکل پیدا ہوتی ہے اور دوسرے طواف کرنے والوں کو کافی تشویش ہوتی ہے اور وہ لوگ کیا کہتے ہیں انہیں اس کا پتہ نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ان کا خشوع و خضوع بھی جاتا رہتا ہے اور ایسی مقدس اور امن والی جگہ پر اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار لوگوں کے پاس اس حال میں آئے کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور آواز کے ساتھ قرأت کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

"تم میں کا ہر شخص اپنے رب سے دعا و مناجات کرتا ہے اس لئے بعض بعض کے اوپر قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔"

اس کو امام مالک نے موطأ میں روایت کیا ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کتنی اچھی بات ہوتی کہ یہ رہنما لوگوں کے ساتھ کعبہ کے سامنے آکر ٹھہر کر ان سے کہتا کہ اس طرح کرو، اس طرح کہو، جو دعا تمہیں پسند ہو کرو، اور طواف میں ان کے ساتھ چلتا تاکہ ان میں کا کوئی غلطی نہ کرتا، لوگ اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ طواف کرتے اور اپنے رب کو خوف اور امید اور گریہ وزاری اور آہستہ سے پکارتے جو ان کو پسند ہوتا اس طرح کی دعا کرتے اور پکارتے، اور لوگ ان کی تکلیف سے محفوظ رہتے۔

طواف کے بعد کی دو رکعتیں اور ان کی غلطیاں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ طواف سے فارغ ہوتے تو مقام ابراہیم کی طرف بڑھتے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے:

﴿واتّخذوا من مقام إبراهيم مصلّى﴾

آپ دو رکعت نماز پڑھتے، اور مقام ابراہیم آپ کے اور کعبہ کے درمیان ہوتا، پہلی رکعت میں آپ سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھتے۔

یہاں وہ غلطی جس کو بعض لوگ کرتے ہیں یہ ہے کہ یہ دو رکعت نماز مقام ابراہیم ہی کے قریب پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہاں ازدحام پیدا کرتے ہیں اور طواف کرنے والوں کو حج اور عمرہ کے مواسم میں تکلیف دیتے ہیں اور ان کے لئے طواف سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ ایسا گمان کرنا اور سوچنا غلط ہے۔

اس لئے طواف کے بعد کی دو رکعتیں پورے حرم میں کسی بھی جگہ پڑھ لینا کافی ہے، اور ممکن ہے کہ نماز پڑھنے والا مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے سامنے کرلے ، گرچہ وہ اس سے دور ہو، پھر وہ صحن یا مسجد حرام کے برآمدہ میں نماز پڑھ لے، اور دوسروں کو تکلیف دینے سے بچے، اس لئے نہ تو خود ہی تکلیف اٹھائے اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچائے، اور اس کی نماز خشوع، خضوع اور اطمینان کے ساتھ ہو۔

کتنی اچھی بات ہوتی اگر مسجد حرام کے پاس موجود نگراں ایسے لوگوں کو منع کرتے جو طواف کرنے والوں کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ کر تکلیف پہنچاتے ہیں اوران کے لئے یہ واضح کرتے کہ طواف کے بعد کی دو رکعتیں اسی جگہ پڑھنا شرط نہیں ہے۔

ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض لوگ مقام ابراہیم کے پیچھے بغیر سبب کے بہت ساری رکعتیں پڑھتے ہیں، حالانکہ وہ دوسرے لوگ جو طواف سے فارغ ہوتے ہیں ان کواس جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض طواف کرنے والے جب دو رکعت نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو انہیں میں سے ان کا قائد کھڑا ہوتا ہے اور بلند آواز سے دعا کرتا ہے اور وہ لوگ بھی اس کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (الاعراف:۵۵)

”تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کرو گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی، واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔“

صفااور مروہ پر چڑھنے، ان پر دعا کرنے اور دونوں ہری نشانیوں کے درمیان دوڑنے کی غلطیاں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ صفا کے قریب پہنچے تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ (البقرۃ:۱۵۸)

"صفااور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

پھر آپ اس پر چڑھے یہاں تک کہ جب آپ نے کعبہ کو دیکھا تو قبلہ کا استقبال کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اللہ کی تعریف کی اور جو چاہا آپ نے دعا کی اور اللہ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کی اور کہا:

"لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ' أَنْجزَ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَه"

"نہیں ہے کوئی معبود حقیقی سوائے اللہ کے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، نہیں ہے کوئی معبود برحق اللہ واحد کے سوا، اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اکیلے تمام لشکر کو شکست دیدی"

پھر اس کے درمیان دعا کی اور اسی طرح آپ نے تین مرتبہ دعا کی، پھر آپ صفا پہاڑی سے چل کر نیچے اترے، یہاں تک کہ جب آپ وادی میں پہنچ گئے جو دونوں ہری نشانیوں کے درمیان ہے تو آپ دوڑے یہاں تک کہ جب آپ نے ان دونوں کو پار کر لیا تو معمول کی چال چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ مروہ تک پہنچے تو آپ نے اسی طرح کیا جیسے آپ نے صفا پر کیا تھا۔

یہاں وہ غلطی جس کو بعض سعی کرنے والے کرتے ہیں یہ ہے کہ جب لوگ صفا اور مروہ پر چڑھتے ہیں تو کعبہ کا استقبال کر کے تین تکبیر کہتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہیں جس طرح نماز میں کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اترتے ہیں، حالانکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔

لہذا اگر ان کے لئے آسان ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کریں، نہیں تو پھر اس کو چھوڑ ہی دیں اور کوئی دوسرا نیا طریقہ نہ اپنائیں جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

انہی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض سعی کرنے والے صفا سے مروہ تک بہت تیزی سے چلتے ہیں، یعنی پورا سعی ان کا اسی طرح ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سنت کے خلاف ہے، کیونکہ تیزی سے چلنا صرف دونوں ہری نشانیوں کے درمیان ہے اور باقی سعی میں عام چال چلنا ہے، یہ غلطی زیادہ تر جہالت کی وجہ سے واقع ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ بہت سے لوگ سعی سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

انہی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض عورتیں بھی دونوں ہری نشانیوں کے درمیان تیزی سے چلتی ہیں، یعنی دوڑتی ہیں، جیسے کہ مرد لوگ کرتے ہیں، حالانکہ یہاں عورت کو تیزی سے نہیں چلنا ہے بلکہ وہ اپنی عام چال چلے گی، اس لئے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ عورتوں کے لئے نہ ہی بیت اللہ کے طواف کے وقت تیز چلنا ہے اور نہ ہی صفاو مروہ کے درمیان۔

بعض سعی کرنے والے یہ بھی غلطی کرتے ہیں کہ جب جب وہ صفایا مروہ پر چڑھتے ہیں تو اللہ کا یہ قول پڑھتے ہیں:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾

جب کہ سنت یہ ہے کہ جب وہ پہلے چکر کے وقت صفا پر آئے تو صرف وہاں پڑھے۔

اور ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض سعی کرنے والے ہر چکر کے لئے مخصوص دعائیں پڑھتے ہیں حالانکہ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

وقوف عرفہ کی غلطیاں:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ عرفہ کے دن سورج کے ڈھلنے تک نمرہ میں ٹھہرے، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وادی عرنہ کے بیچ میں اترے اور وہاں ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعت جمع تقدیم کر کے ایک اذان

اور دو اقامت سے پڑھی، پھر آپ سوار ہوئے یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر آئے اور وہاں ٹھہرے اور کہا:

"میں اس جگہ ٹھہرا ہوں اور پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے"

چنانچہ آپ قبلہ کا استقبال کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر مسلسل کھڑے رہے اور اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، اور اس کا گولہ غائب ہو گیا، پھر آپ مزدلفہ کی طرف چلے۔

اب یہاں ہم وہ غلطیاں ذکر کریں گے جس کو بعض حجاج عرفہ میں ٹھہرتے وقت کرتے ہیں:

۱- یہ کہ لوگ عرفہ کے حدود کے باہر اترتے ہیں اور اسی جگہ باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے، پھر وہیں سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں، اور عرفہ میں ان کا وقوف نہیں ہو پاتا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے جس سے حج فوت ہو جاتا ہے، یعنی ان کا حج ہی نہیں ہوتا، کیونکہ عرفہ کے اندر وقوف کرنا حج کا ایک رکن ہے جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا۔ اور جو شخص عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت میں اس کا وقوف نہ کرے اس کا حج نہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"عرفہ ہی حج ہے جو شخص مزدلفہ کی رات میں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے عرفہ آ گیا اس نے عرفہ کا وقوف پالیا۔"

اور اس بھاری غلطی کا سبب یہ ہے کہ بعض لوگ دوسرے لوگوں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اس لئے کہ ان میں سے بعض لوگ عرفہ پہنچنے سے پہلے اتر جاتے ہیں اور عرفہ کی نشانی اور حدود نہیں تلاش کرتے، اور اس طرح اپنا بھی حج ضائع کر دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں، کتنی اچھی بات ہوتی اگر حج کے مناسک کی طرف رہنمائی کرنے والے لوگ مختلف زبانوں کے ذریعہ کسی وسیلے سے تمام لوگوں کو ان کی غلطیوں کے بارے میں متنبہ کرتے اور مطوفین سے عہد لیتے کہ تمام حجاج کو اس سے بچنے کی تاکید کریں، تاکہ لوگوں کو بصیرت حاصل ہو اور وہ صحیح طور پر مناسک حج ادا کرسکیں۔

۲- دوسری غلطی یہ ہے کہ لوگ سورج ڈوبنے سے پہلے عرفہ سے روانہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ حرام ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ آپ سورج غروب ہونے تک ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج کا گولہ غائب ہو گیا، اور اس لئے بھی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے عرفہ سے روانہ ہونا زمانہ جاہلیت کی عادت اور عمل ہے۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ لوگ جبل عرفہ کا استقبال کر کے دعا کرتے ہیں، گرچہ قبلہ ان کی پیٹھ پیچھے ہو یا ان کے دائیں طرف ہو یا بائیں طرف ہو، یہ بھی سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کہ قبلہ کا استقبال کر کے دعا کی جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

رمی جمرات اور اس کی غلطیاں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے دس ذی الحجہ (یوم النحر) کو چاشت کے وقت مکہ کے قریب جو بڑا جمرہ ہے (جمرہ عقبہ) اس کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے تھے، کنکریاں چنے کے دانے سے معمولی سی بڑی ہوتی تھیں۔

اور سنن نسائی میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ مزدلفہ سے منیٰ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے سوار تھے کہ جب آپ وادیٔ محسر میں پہنچے تو وہاں اترے اور فرمایا تم لوگ یہاں سے جمرہ کو کنکری مارنے کے لئے چنے کے دانے سے معمولی بڑی کنکریاں چنو، فضل بن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے جس طرح انسان اپنی انگلیوں سے تیزی سے کنکری پھینکتا ہے۔

اور مسند امام احمد بن حنبل میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یحییٰ نے کہا عوف نہیں جانتے یعنی ان کو شک ہوا کہ عبداللہ نے کہا یا فضل نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی صبح کہا اس حال میں کہ آپ اپنی سواری پر تھے کہ مجھے کنکریاں چن کر دو، راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے لئے چنے کے دانے سے معمولی بڑی کنکریاں چن کر دیں، تو آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور دو مرتبہ فرمایا کہ اس طرح کی کنکریاں ہونی

چاہئیں، اور اپنے ہاتھ میں لے کر کہا، اور یحیٰ نے اشارہ کیا کہ آپ نے اس کو اٹھایا اور کہا:

"تم لوگ غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کی قومیں دین میں غلو کے سبب ہلاک کردی گئیں۔"

اور ام سلیمان بن عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عیدالاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وادی کے بیچ سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مار رہے تھے اور کہتے تھے:

"اے لوگو! تم میں کا بعض بعض کو قتل نہ کرے، اور جب تم جمرہ کو کنکریاں مارو تو چنے سے معمولی بڑی کنکری سے مارو۔" اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔[1]

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ چھوٹے جمرہ کو ساتھ کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے، پھر تھوڑا آگے بڑھ کر نیچے اترتے اور قبلہ کا استقبال کر کے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے، پھر اس کے بعد جمرہ وسطی کو کنکری مارتے تھے، اور دائیں طرف ہٹ کر نیچے اترتے اور قبلہ کا استقبال کر کے

---

(۱) ج ۳، ص ۵۰۳ اور ج ۶ ص ۳۷۶، ۳۷۹، نیز اسے ابو داؤد (حدیث ۱۹۶۶) اور طیالسی (حدیث ۱۶۶۰) نے کئی طرق سے ذکر کیا جس میں بعض کو بعض سے تقویت ملتی ہے۔

دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دیر تک دعا کرتے تھے، پھر بڑے جمرہ کو وادی کے بیچ سے کنکری مار کر نکل جاتے تھے اور وہاں کھڑے نہیں ہوتے تھے، اور کہتے تھے اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام احمد اور ابو داؤد نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بلا شبہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اور جمرات کو کنکری مارنا اللہ کے ذکر کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔"

بعض حجاج سے سرزد ہونے والی غلطیاں:

۱- ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ مزدلفہ ہی سے کنکریاں لینا ضروری ہے، اس لئے وہ رات ہی میں کنکریاں چننے میں اپنے آپ کو تھکاتے اور مشقت میں ڈالتے ہیں، اور منیٰ کے تمام دنوں میں جمرات کے لئے کنکریاں اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی اپنی ایک کنکری گم کر دیتا ہے تو وہ بہت ہی غمگین ہوتا ہے اور اپنے ساتھیوں سے مزدلفہ کی فضل و برکت والی کنکریوں کا سوال کرتا ہے جو ان کے پاس ہوتی ہیں۔

پہلے اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جو کنکریاں چننے

کا حکم دیا تھا تو آپ اپنی سواری پر تھے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ ٹھہرنا جمرہ کے پاس تھا، کیونکہ آپ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ مزدلفہ سے چلنے کے بعد اس سے پہلے ٹھہرے تھے اور چونکہ آپ کو اس وقت ان کنکریوں کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے آپ کو اس سے پہلے کنکریاں چننے کے لئے حکم دینے کی ضرورت بھی نہیں تھی، اور نہ اس کا کوئی فائدہ تھا۔

۲- ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ وہ شیطان کو کنکری مار رہے ہیں اور اسی لئے جمرہ کو شیطان سے موسوم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے یا چھوٹے شیطان کو ہم نے مارا، یا یہ کہتے ہیں کہ میں نے شیطان کے باپ کو مارا اور اس سے ان کی مراد بڑا جمرہ ہوتا ہے، اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ بولتے ہیں جو ان مقدس جگہوں کے لئے مناسب نہیں ہیں۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ وہ کنکریوں کو نہایت ہی سخت غصہ اور چیخ و پکار اور گالی وگلوج کے ساتھ پھینکتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ شیطان کو مارتے ہیں، یہاں تک کہ ہم نے اس کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ کچھ لوگ اس کے اوپر چڑھ کر اس کو پکڑ کر جوتے اور بڑے پتھر وغیرہ سے غصہ اور جذبات میں ہو کر مارتے ہیں، اس وقت ان کو لوگوں کی کنکریاں بھی لگتی ہیں۔ جس سے ان کا غصہ اور بڑھتا ہے اور لوگ اس کے اس فعل پر قہقہہ لگا کر ہنستے ہیں، گویا کہ وہ ایک مزاحیہ ڈرامہ ہے جس کا لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں، یہ سب چیزیں ہم نے جمرات

پر پل بنائے جانے اور جمرات کے ستون کو بلند کئے جانے سے پہلے دیکھا ہے۔

مذکورہ سارے امور اس عقیدہ پر مبنی ہوتے ہیں کہ حاجی لوگ شیطان کو مار رہے ہیں جبکہ اس کی کوئی صحیح اور قابل اعتماد دلیل نہیں۔

آپ جان چکے ہیں کہ رمی جمرہ کی مشروعیت کی حکمت کیا ہے، اس کو اللہ کے ذکر واذکار کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر کنکری پھینکتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے۔

۳- بہت سے لوگ جمرات کو بڑی بڑی کنکریوں اور جوتوں وچپلوں اور لکڑیوں سے مارتے ہیں، حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہے، جس کو آپ نے اپنی امت کے لئے اپنے فعل وحکم کے ذریعہ مشروع کیا، اس طرح کہ آپ نے چنے سے معمولی بڑی کنکری سے رمی کی اور اپنی امت کو بھی اسی کا حکم دیا کہ وہ بھی اسی کے مثل کنکری سے رمی کریں اور آپ نے امت کو دین کے اندر غلو کرنے سے ڈرایا، لیکن اس بڑی غلطی کا سبب یہ ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ شیطان کو کنکری مارتے ہیں۔

۴- جمرات کی طرف لوگ سنگدلی اور سختی کے ساتھ آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کے بندوں پر رحم کرتے ہیں، ان کے اس فعل کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے اور

لڑائی جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ عبادت اور مقدس مقام لڑائی جھگڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور جس کام کے لئے اس کو مشروع کیا گیا تھا اور جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس سے وہ چیز نکل جاتی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) دیکھا کہ آپ اپنی صہباء اونٹنی پر سوار ہو کر جمرہ عقبہ کو کنکری مار رہے تھے اور وہاں لڑائی جھگڑا اور ہٹو بچو کی کوئی بات نہیں تھی، (یعنی سکون سے سب لوگ کنکری مار رہے تھے)۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵- ایام تشریق میں پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا لوگ چھوڑ دیتے ہیں، اور پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں جمروں کو رمی کرنے کے بعد قبلہ کا استقبال کر کے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر لمبی دعائیں کرتے تھے، اور اس سنت کو چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ لوگ سنت سے ناواقف اور جاہل ہیں یا بہت سارے لوگ سوچتے ہیں کہ جلدی سے اس عبادت سے چھٹکارا لے لیں۔

کتنی اچھی بات ہوتی کہ حاجی حج سے پہلے اس کے احکام ومسائل کو سیکھ لیتا تاکہ وہ اللہ کی عبادت اچھے ڈھنگ اور طریقے سے کرتا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور سنت کو پالیتا۔

اگر کوئی شخص کسی شہر یا ملک کے سفر کا ارادہ کرے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ پہلے اس کے راستہ کے بارے میں معلومات کرے گا تاکہ وہ منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ سکے۔

تو وہ شخص جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اور اس کی جنت تک پہنچنے کے لئے کوئی راستہ چلنا چاہے تو کیا اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ چلنے سے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے تاکہ منزل مقصود تک بآسانی پہنچے۔

۶- بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ساری کنکریوں کو ایک ہی بار مٹھی بھر کر مار دیتے ہیں، یہ بہت ہی بڑی اور قبیح غلطی ہے، اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ کنکریاں ایک ہی بار میں مار دے تو وہ ایک ہی کنکری شمار کی جائے گی۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہر کنکری کو ایک ایک کر کے مارا جائے جس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

۷- بہت سے لوگ رمی کے وقت مخصوص دعائیں پڑھتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں ہیں، جیسے وہ کہتے ہیں:

”اللهم اجعلها رضا للرحمن، وغضبا للشيطان“

اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دعا کو پڑھتے وقت وہ تکبیر کہنا چھوڑ دیتے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے، اور بہتر یہ ہے کہ صرف اسی پر اکتفا کی جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے، اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ کی جائے۔

۸- بہت سے لوگ خود کنکری مارنے سے سستی برتتے ہیں اور طاقت رکھنے کے باوجود دوسروں کو وکیل بناتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو مشقت اور بھیڑ بھاڑ اور پریشانی سے محفوظ رکھیں، اللہ تعالیٰ نے حج پورا کرنے کے لئے جو حکم دیا ہے یہ اس کے مخالف ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾(البقرہ:۱۹۶)

”اور حج وعمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔“

اس لئے قدرت وطاقت رکھنے والے کے لئے واجب ہے کہ وہ بذات خود کنکریاں مارے اور مشقت وپریشانی اور تھکان پر صبر کرے، کیونکہ حج ایک قسم کا جہاد ہے اور اس کے اندر مشقت وپریشانی لاحق ہونا لازمی ہے۔

پس حاجیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں اور حتی المقدور اپنے مناسک کو پورا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔

طواف وداع اور اس کی غلطیاں:

صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عہد (کام) بیت اللہ کے ساتھ ہو مگر حائضہ عورتوں کے لئے رخصت دیدی۔"

اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگ ہر طرف سے اپنے وطن کو واپس ہو رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یعنی کوئی بھی شخص اس وقت تک مکہ چھوڑ کر واپس نہ جائے جب تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرلے۔"

اور ابو داؤد نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

"یہاں تک کہ اس کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو۔"

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں بیمار تھی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

"تم لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کرلو۔"

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے طواف کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

اور سنن نسائی میں ام سلمہ ہی سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں نے مکہ سے نکلنے کا طواف (طواف وداع) نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا:

"جب نماز شروع ہو جائے تو تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کر لو۔"

اور صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر وادی محصب میں آپ نے تھوڑی دیر آرام کیا پھر اس کے بعد بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اور اس کا طواف کیا۔

اور صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو گئیں، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیا وہ ہم لوگوں کو روک دیں گی؟ بعض بیویوں نے کہا کہ انہوں نے طواف افاضہ کر لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تب تو وہ کوچ کریں۔

اور مؤطأ میں عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج سے کوئی بھی شخص اس وقت تک واپس نہ پھرے جب تک کہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے، اس لئے کہ آخری کام بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔

اور اسی مؤطاؔ ہی میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو "مر الظہران" سے واپس کر دیا جس نے طواف وداع نہیں کیا تھا یہاں تک کہ اس نے واپس آکر طواف وداع کیا۔

وہ غلطیاں جن کا بعض لوگ اس موقع پر ارتکاب کرتے ہیں:

۱- حج سے واپس ہونے والے لوگ کنکریاں مارنے سے پہلے منیٰ سے مکہ آکر طواف وداع کرتے ہیں اور پھر واپس جاکر کنکریاں مارتے ہیں پھر وہیں سے اپنے شہروں کو سفر کر جاتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت ہے، جس میں آپ نے یہ فرمایا کہ حاجیوں کا آخری کام بیت اللہ کا طواف کرنا ہے، پس جس نے طواف وداع کے بعد کنکری ماری اس کا آخری کام کنکری مارنا ہوا نہ کہ طواف وداع، اور اس لئے بھی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف وداع اس وقت کیا جب آپ نے اپنے تمام مناسک حج پورے کر لئے اور فرمایا:

"یعنی تم مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔"

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اثر اس بات کی صریح دلیل ہے کہ بیت اللہ کا طواف حج کا آخری کام ہے، لہٰذا جس نے طواف کر لیا اور رمی بعد میں کی تو یہ کافی نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس کی جگہ سے ہٹ کر کیا ہے، اور کنکری مارنے کے بعد پھر سے دوبارہ طواف کرنا واجب ہے، اگر طواف کو دوبارہ نہیں لوٹاتا ہے

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

۲- طواف وداع کے بعد مکہ میں قیام کرنا، ایسا کرنے سے ان کا بیت اللہ سے آخری عہد نہیں ہوگا، اور یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور عمل کے خلاف ہے، آپ نے اپنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ حاجیوں کا آخری کام بیت اللہ کا طواف کرنا ہے، اور آپ نے طواف وداع مکہ سے نکلتے وقت کیا تھا اور اسی طرح آپ کے صحابہ نے بھی کیا تھا، لیکن بعض اہل علم نے طواف وداع کے بعد کسی ضرورت کے پیش آجانے کی وجہ سے کچھ دیر ٹھہرنے کی رخصت دی ہے، جیسے کہ طواف وداع کے بعد کسی فرض نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو اس کو پڑھ لے، یا کوئی جنازہ حاضر ہو جائے تو اس کی نماز پڑھ لے، یا اس کے سفر کے تعلق سے کوئی حاجت پیش آجائے جیسے کہ کچھ سامان خریدنا ہو یا کسی ساتھی کا انتظار کر رہا ہو، لیکن اگر کسی شخص نے طواف وداع کے بعد بغیر کسی عذر کے مکہ میں قیام کیا تو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ طواف کا اعادہ کرے۔

۳- طواف وداع کے بعد حرم شریف سے پیٹھ کے بل نکلنا، لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس میں کعبہ کی تعظیم ہے، حالانکہ یہ سنت کے خلاف ہے، بلکہ ایسا کرنا ان بدعات میں سے ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ڈرایا ہے اور اس کے بارے میں آپ کا فرمان ہے:

"کل بدعة ضلالة"

"ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور بدعت کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ نئی چیز جس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عبادت سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف ہو تو وہ بدعت ہے۔

تو کیا اپنی ایڑی کے بل لوٹنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ کعبہ کی تعظیم اسی میں ہے یا وہ اپنے گمان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کعبہ کی تعظیم کرنے والا ہے یا پھر اس کا یہ گمان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس تعظیم کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی آپ کے خلفاء راشدین جانتے تھے ؟!!

۴- طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف کے دروازہ کے پاس کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرنا، جیسے کہ کعبہ کو الوداع کہہ رہے ہوں، یہ بھی بدعات میں سے ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا وارد نہیں ہے نہ ہی خلفاء راشدین سے، اور ہر وہ چیز جس کا قصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کیا گیا ہو اور شریعت میں وہ چیز وارد نہ ہو تو وہ باطل ہے اور اس کے کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق:

"جس نے ہمارے اس دین کے اندر کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔"

یعنی اس کے کرنے والے پر اس کو لوٹا دیا جائے گا۔

اس لئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے شخص کے لئے واجب ہے کہ اس کی عبادتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ہوں تاکہ وہ ان کے ذریعہ اللہ کی محبت ومغفرت پالے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس طرح آپ کے کئے ہوئے کام میں ہوتی ہے اسی طرح آپ کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں بھی ہوتی ہے۔

لہٰذا جو کام آپ کے زمانے میں ہونے کا متقاضی تھا اور آپ نے اس کو نہیں کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سنت اور شریعت میں اس کو نہ کیا جائے بلکہ اس کو چھوڑ دیا جائے، اور یہ جائز نہیں کہ اللہ کے دین میں اس کو ایجاد کیا جائے، گرچہ انسان اس کو اپنی خواہش کے مطابق پسند کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ﴾(المومنون:۷۱)

”اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے، حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچادی ہے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”تم میں کا کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ بنالے۔“

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت دے، اور ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کرے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کرے، بیشک وہ بہترین عطا کرنے والا ہے۔

دسویں فصل :

مسجد نبوی کی زیارت کا بیان

مسجد نبوی کی زیارت مشروع کاموں میں ایک مستحب کام ہے اور وہ ان تین مسجدوں میں سے دوسری مسجد ہے جس کی طرف سفر کرنا اور اس میں نماز پڑھنے اور عبادت کے لئیجانا جائز ہے۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کا سفر نہ کرو، مسجد حرام، اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔"

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔" (بخاری ومسلم وغیرہم)

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زبیر کے حوالہ سے یہ الفاظ زیادہ روایت کئے ہیں:

"مسجد حرام کی نماز میری اس مسجد کی سو نمازوں سے افضل ہے۔"

اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

”میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہوئے سنا کہ اس (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا بیت اللہ شریف کے علاوہ باقی تمام مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔“ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری (باغ) ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔“ (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے)

اس لئے حاجی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے سنت ہے کہ وہ مسجد نبوی کی زیارت کریں اور اس میں نماز پڑھیں، چاہے وہ حج سے پہلے ہو یا حج کے بعد، اور یہ زیارت نہ تو حج کے شروط میں سے ہے اور نہ ہی اس کے ارکان و واجبات میں سے ہے، اور نہ ہی حج سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

چنانچہ جب وہ مسجد میں داخل ہو تو پہلے اپنے داہنے پاؤں کو داخل کرے اور کہے:

”بسم الله والصَلاةُ وَالسَّلام عَلَى رَسول الله، اللَّهُمَّ اغْفِرْلِى ذُنُوْبِي وَافْتَح لِي أَبْوَابِ رَحْمَتِكَ، أَعُوذُ بِاللهِ

الْعَظِيْم وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْم وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْم مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم"

"میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے اللہ! تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، میں عظمت والے اللہ اور اس کے کریم چہرے اور قدیم سلطنت کے ذریعہ مردود شیطان سے پناہ چاہتا ہوں۔"

پھر تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اور جب تم میں کا کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔" (بخاری ومسلم)

اور صحیحین میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے تشریف لائے اور جب آپ سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے آپ مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، پس جب ہم لوگ مدینہ واپس پہنچے تو آپ نے فرمایا:

"داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو۔" بخاری نے روایت کیا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ اگر آسانی ہو تو پوری کوشش یہ ہو کہ روضہ میں نماز پڑھے کیونکہ اس کی فضیلت زیادہ ہے، اور اگر یہ سہولت نہ مل پائے تو مسجد میں کسی بھی جگہ پڑھ لے جس میں اس کے لئے آسانی ہو، اور یہ جماعت والی نماز کے علاوہ کے لئے ہے۔ لیکن جماعت والی نماز کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ پہلی صف میں رہنے کی کوشش کرے اور امام سے قریب ہو اس لئے کہ یہ افضل ہے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مردوں کی بہترین (فضیلت والی) صف پہلی صف ہے۔"[1]

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے:

"اگر لوگوں کو اذان اور پہلے صف کی فضیلت معلوم ہو جائے اور ان کو ان اعمال کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی بھی کرنا پڑے تو ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔" (بخاری ومسلم)

---

(۱) مسلم نے ابوہریرہ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت

سب سے پہلے وہاں پہونچ کر مسجد نبوی میں نماز پڑھے جو اللہ اسے توفیق دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھنے کے لئے جائے۔

۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف چہرہ کرکے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے قبر کے سامنے کھڑا ہو اور کہے: "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته" اے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اوپر اللہ کی سلامتی اور رحمت و برکت نازل ہو۔

اور اگر کچھ مناسب چیز زیادہ کرکے پڑھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں، جیسے یہ کہے:

"السلام عليك يا خليل الله و أمينه على وحيه وخيرته من خلقه، أشهد أنك قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة وجاهدت في الله حق جهاده"

"اے اللہ کے خلیل اور اس کی وحی کے امین اور اس کی مخلوق میں سب سے بہتر! میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ نے رسالت کو لوگوں تک پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اور امت کو نصیحت کی اور اللہ کے راستے میں

جیسا اس کا حق تھا جہاد کیا۔"

اور اگر صرف پہلی دعا پر اکتفا کرے تو بہتر ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سلام پڑھتے تو کہتے تھے:

"السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا أبا بكر، السلام عليك يا أبت" پھر اتنا کہہ لوٹ جاتے تھے۔

۲- پھر ایک قدم اپنے داہنے چل کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ہو اور کہے: "السلام عليك يا أبا بكر، السلام عليك يا خليفة رسول الله في أمته، رضى الله عنك و جزاك عن أمة محمد خيرا"

۳- پھر ایک قدم اپنی دائیں طرف آگے بڑھ کر عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہے: "السلام عليك يا أمير المؤمنين، رضى الله عنك وجزاك عن أمة محمد خيرا"

اور چاہئے کہ اس کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر ادب کے ساتھ ہو اور ہلکی آواز میں ہو، اس لئے کہ مسجدوں کے اندر آواز بلند کرنا منع ہے اور خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اور آپ کی قبر کے پاس۔

صحیح بخاری میں سائب بن یزید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی

میں کھڑا یا سویا ہوا تھا، تو ایک آدمی نے مجھ پر کنکری پھینکی، جب میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے کہا کہ تم جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ، میں ان دونوں کو لے کر آیا، تو انہوں نے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو، ان دونوں نے کہا کہ ہم طائف کے باشندے ہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم دونوں ہمارے شہر کے ہوتے تو میں تم دونوں کو کوڑے لگواتا، کیونکہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کے پاس دیر تک کھڑا ہونا اور دعائیں کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس فعل کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ناپسند کیا ہے اور کہا کہ یہ بدعت ہے اور سلف نے اس کو نہیں کیا ہے، اور اس امت کے بعد میں آنے والے لوگوں کی اصلاح اسی چیز سے ہو سکتی ہے جس سے ان کے اولین لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کے لئے اس چیز کو ناپسند کیا ہے کہ جب بھی انسان مسجد نبوی میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے، کیونکہ سلف نے ایسا نہیں کیا، بلکہ وہ لوگ مسجد نبوی میں آتے تھے اور ابو بکر وعمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نماز میں کہتے تھے: ”السلام عليك أيها النبي

ورحمة الله وبركاته" یعنی اے نبی آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت نازل ہو۔

پھر جب نماز سے فارغ ہوتے تو بیٹھے رہتے یا مسجد سے نکل جاتے تھے اور سلام پڑھنے کے لئے قبر کی طرف نہیں آتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ پر درود و سلام نماز کے اندر پڑھنا زیادہ افضل اور اکمل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کے صحابہ کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ تھا اور وہ آپ کی سنت کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے تھے اور امت میں آپ کے حکم کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے۔

میں کہتا ہوں: کہ وہ لوگ (صحابہ) آپ کی تعظیم اور محبت میں لوگوں سے کہیں زیادہ آگے تھے، لیکن جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے تھے تو ان میں سے کوئی بھی آپ کی قبر کی طرف نہیں جاتا تھا نہ تو کمرے کے اندر سے اور نہ ہی باہر سے۔ اور اس زمانے میں آپ کے کمرے کا دروازہ ایسا تھا کہ اس سے کمرے میں داخل ہوا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعد میں دیوار بنادی گئی۔ تو وہ صحابہ آپ کی قبر تک آسانی سے پہنچنے کے باوجود بھی آپ کے کمرے میں داخل نہیں ہوتے تھے نہ تو آپ پر درود و سلام پڑھنے کے لئے اور نہ ہی اپنے لئے دعا کرنے کے لئے اور نہ ہی کسی حدیث یا علم کا سوال کرنے کے لئے۔

اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی اپنے آپس کے اختلاف

کو لے کر آتا اور آپ سے سوال کرتا، اسی طرح شیطان ان کے اندر یہ خواہش ڈال سکا کہ تم ان سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے لئے بارش لائیں اور مدد طلب کریں اور بخشش طلب کریں، جیسا کہ آپ کی زندگی میں طلب کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے اللہ سے بارش اور مدد طلب کریں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے لئے دعا کا ارادہ کرتے تھے تو وہ (مسجد نبوی کے اندر) قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے دعا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کی زندگی میں کرتے تھے، اور آپ کے کمرہ کے پاس دعا کا قصد نہیں کرتے تھے اور نہ ہی آپ کی قبر کی طرف جاتے تھے۔

شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب سفر سے واپس آتے تو خلفائے راشدین وغیرہم کے ساتھ مسجد نبوی میں اکٹھا ہوتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے اندر اور مسجد سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت سلام پڑھتے تھے اور قبر کے پاس نہیں آتے تھے اس لئے کہ یہ کام ان کے نزدیک مامور بہ نہیں تھا۔

لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے سفر سے واپس آتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی طرف آتے اور ان کو سلام کرتے ممکن ہے کہ ابن عمر کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی ایسا کیا ہو، لیکن تمام صحابہ ایسا نہیں کرتے تھے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔

اسی طرح حجرہ کی دیواروں کو چھونا اور بوسہ دینا بھی درست نہیں، اس لئے کہ اگر اس کو اللہ کی عبادت کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں کیا جائے تو وہ بدعت ہوگا، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر نکیر کیا تھا جس وقت انہوں نے کعبہ شریف کے رکن شامی اور غربی کو چھوا تھا، حالانکہ اسی کعبہ ہی کے حصہ سے دوسرے کونے رکن یمانی اور حجراسود کا چھونا مشروع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کمرہ کی دیواروں کے چھونے میں نہیں ہے جوکہ آپ کے زمانہ کے کئی سالوں کے بعد بنائی گئیں، بلکہ آپ کی محبت اور تعظیم آپ کے ظاہری و باطنی اتباع میں ہے، اور آپ کی لائی ہوئی شریعت میں ان نئی چیزوں کے ایجاد نہ کرنے میں ہے جس کو آپ نے مشروع نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾(آل عمران:۳۱)

”اے نبی آپ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔“

ہاں اگر کمرہ کی دیواروں کا چھونا اور بوسہ دینا محض جذباتی لگاؤ یا لغو کے لئے ہو

تو یہ بے وقوفی اور گمراہی ہے جس کے اندر کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کے اندر نقصان ہے اور جاہلوں کو دھوکہ دینا ہے۔

اور کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کوئی فائدہ حاصل کرنے یا کسی مصیبت وپریشانی کے ہٹانے کے لئے نہ پکارے، اس لئے کہ یہ شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(المؤمن:۶۰)

"اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلاَ تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾(الجن:۱۸)

"اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔"

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اپنی امت کے لئے اعلان کردیں کہ آپ اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لاَ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلاَ ضَرًّا إِلاَّ مَا شَاءَ اللَّهُ﴾
(الاعراف:۱۸۸)

”آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو۔“

توجب آپ اپنے نفس کے لئے کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں تو کسی دوسرے کے لئے بھی اس کے مالک نہیں ہو سکتے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی امت کے لئے اعلان کر دیں کہ آپ ان کے لئے بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنِّي لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلاَ رَشَدًا﴾ (الجن:۲۱)

”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں“

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء:۲۱۴)

”آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”اے میری بیٹی فاطمہ ،اے میری پھوپھی صفیہ ،اے عبدالمطلب کی اولاد !میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا اور تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا، آج میرے مال سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔“ (مسلم نے روایت کیا ہے)

اور نہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طلب کرے کہ آپ ان کے لئے دعا کریں اور ان کے لئے بخشش طلب کریں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:

”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔“

رہا اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (النساء:۶۴)

”اور اگر یہ لوگ تیرے پاس آجاتے جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔“

تو یہ آپ کی زندگی میں تھا نہ کہ آپ کی وفات کے بعد، اس لئے اس آیت میں آپ کی وفات کے بعد آپ سے استغفار طلب کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ﴿إِذْ ظَلَمُوا﴾ اور یہ نہیں کہا ﴿إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ اور "إذ" یہ ظرف ہے گذرے ہوئے ایام کے لئے نہ کہ آنے والے ایام کے لئے، تو یہاں اس آیت سے مراد اس قوم کے لوگ ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے نہ کہ آپ کے بعد کے لوگ، اس لئے مذکورہ کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبروں کی زیارت کے وقت مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح زیارت کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ بقیع قبرستان کی زیارت کرے، اور وہاں جو صحابہ و تابعین مدفون ہیں ان پر سلام پڑھے، جیسے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں ان کی قبر کے سامنے کھڑا ہو اور ان پر سلام پڑھے، اور کہے: (السلام عليك يا عثمان بن عفان، السلام عليك يا أمير المؤمنين ، رضي الله عنك وجزاك عن أمة محمد خيراً)

اے عثمان بن عفان آپ پر سلامتی ہو، اے مؤمنوں کے امیر آپ پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو، اور امت محمد کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا کرے۔

جب مقبرہ میں داخل ہو تو وہی کہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھایا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں:

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جب وہ قبروں کی طرف نکلتے تھے تو ان کو یہ دعاء سکھلاتے تھے اور ان میں کا کہنے والا یہ کہتا تھا یہاں صرف دعاء دیدیں:

"السلام عليكم أهلَ الدِّيار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم لَلاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية"اے اس دیار کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تمہارے اوپر سلامتی ہو اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔''

اور مسلم شریف کی ایک دوسری روایت جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکلتے تھے اور کہتے تھے:

"السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأتاكم ما توعدون غدا مؤجلون، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد"

''اے اس دیار کے رہنے والے مومنو!تم پر سلامتی ہو،اور جس کا تم سے

وعدہ کیا گیا تھا کہ کل ایک مدت کے بعد تم پاؤ گے وہ آچکا ہے، اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے آملنے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

اور اگر پسند کرے تو اُحد پہاڑ کی طرف نکلے اور وہاں جاکر شہداء کی زیارت کرے اور ان پر سلام پڑھے، اور ان کے لئے دعا کرے اور اس لڑائی میں جو حکمت اور اسرار کی باتیں ہیں ان سے اگر نصیحت حاصل کرے اور یاد کرے تو زیادہ اچھا ہے۔

زائر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ مسجد قباء جائے اور وہاں جاکر (نفلی) نماز ادا کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ (التوبہ:۱۰۸)

"البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنیچر کو سوار ہو کر اور پیدل چل کر مسجد قباء آتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اور نسائی میں سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص نکلا یہاں تک کہ اس مسجد تک آیا- یعنی مسجد قباء -اور اس میں نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملا۔“

اور جب اپنے شہر کو واپس ہو اور قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

”آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون“

یہاں تک کہ شہر میں آجائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

اور حاجی کو چاہئے کہ وہ اللہ کی تعریف اور اس کا شکر بجالائے جس نے اس کو حج کرنے اور مدینہ کی زیارت کی توفیق دی۔

اور اس کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم پر قائم رہے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کو کرے اور جس سے روکا ہے اس سے رک جائے تاکہ وہ اللہ کے نیک بندوں اور پرہیز گار اولیاء میں سے ہو۔

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (یونس:۶۲-۶۴)

”یادرکھواللہ کے دوستوں کوئی نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے
ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں،
ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے،
اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔“

اور تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔

مسائل حج سے متعلق بعض سوالات وجوابات

سوال ۱:

ایک عورت طواف افاضہ کرنے سے پہلے حائضہ ہو گئی اور وہ سعودی عرب کے باہر دوسرے ملک سے آئی تھی اور اس کے سفر کا وقت قریب آ گیا اور وہ تاخیر نہیں کر سکتی اور دوبارہ حج کے لئے آنا اس کے لئے بہت مشکل ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:

اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت طواف افاضہ نہیں کر سکی اور حائضہ ہو گئی اور مکہ میں رکنا اس کے لئے مشکل ہے، اور اگر طواف سے پہلے وہ سفر کر جائے تو دوبارہ واپس آنا بھی اس کے لئے مشکل ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے دو کام کرنا جائز ہے۔

یا تو وہ ایسا انجکشن استعمال کرے کہ جس سے خون بند ہو جائے اور طواف کرلے اور یا تو وہ نیپکن باندھ لے جس سے مسجد میں (طواف کے دوران) خون نہ گرے اور ضرورت کا طواف کرلے اور یہی راجح ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ ان دونوں طریقوں کے علاوہ جو بھی کرے وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کے احرام کی حالت

میں جو کچھ اس کے لئے باقی رہ گیا ہے، اسی پر برقرار رہے گی اس طرح کہ وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی اور یا تو وہ اپنے آپ کو محصور سمجھے گی اور ایک جانور ذبح کرنے کے بعد اپنے احرام سے حلال ہو جائے گی۔

مگر ایسی صورت میں اس کے اس حج کا اعتبار نہیں ہو گا اس لئے کہ اس نے اس کو مکمل نہیں کیا، اور دونوں معاملہ اس کے لئے مشکل ہے، پہلا یہ کہ یا تو وہ احرام کی حالت میں باقی رہے، دوسرا وہ جس سے اس کا حج ہی فاسد ہو جاتا ہے۔

اس لئے اس طرح کی حالتوں میں ضرورت کے وقت یہی قول راجح ہے جس کی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸)

”اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ:۱۸۵)

”اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔“

ہاں اگر عورت کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو کہ وہ سفر کر سکتی ہے اور پاکی کے بعد پھر مکہ واپس آسکتی ہے تو اس کے سفر میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے جب وہ پاک ہو جائے تو مکہ واپس آکر طواف افاضہ (طواف حج) کر لے، اور اس مدت

میں (جب تک طواف افاضہ نہ کرے) وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی اس لئے کہ اس کے لئے دوسرا تحلل نہیں ہوا ہے۔

سوال ۲:

ایک ایسا شخص سعودیہ عربیہ کے علاوہ دوسرے ملک سے حج کے لئے آیا جس کو سفر کے حالات اور جہازوں کے ٹکٹ وغیرہ کی ترتیب کا اندازہ نہیں اور اس نے اپنے ملک میں ٹکٹ بنانے والے سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میری واپسی کا ٹکٹ ۱۳ ذی الحجہ عصر کے بعد چار بجے ہو جائے، اس کو بتایا گیا کہ ہو سکتا ہے، تو اس نے اسی وقت کا اپنا ٹکٹ کنفرم کرا لیا، پھر اس کو ۱۳ تاریخ کی رات منیٰ میں گذارنی پڑی اس سے پہلے وہ نکل نہیں سکا، تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ صبح کو کنکریاں مارنے کے بعد روانہ ہو جائے، اس لئے کہ اگر وہ زوال کے بعد کنکری مارتا ہے تو تاخیر ہو جائے گی اور اس کا جہاز چھوٹ جائے گا اور بعد میں اس کے لئے بڑی پریشانی اور مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا اور ولی امر کی مخالفت بھی ہو گی؟

جواب:

ایسے شخص کے لئے زوال سے پہلے کنکری مارنا جائز نہیں ہے، لیکن ایسی حالت ضرورت میں ممکن ہے کہ اس سے رمی کو ساقط کر دیا جائے اور ہم اس کو یہ کہیں گے کہ تمہارے اوپر فدیہ لازم ہے کہ تم اس کو منیٰ یا مکہ میں ذبح کر دیا کسی دوسرے کو وکیل بناؤ جو تمہاری جانب سے ذبح کر دے اور مکہ کے فقراء کے

درمیان تقسیم کر دے اور تم طواف وداع کر کے روانہ ہو جاؤ۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ زوال سے پہلے کنکری مارنا جائز نہیں تو کیا یہاں کوئی ایسی رائے ہے جو زوال سے پہلے رمی کو جائز قرار دیتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہاں ایک رائے ایسی ہے جو زوال سے پہلے رمی کو جائز قرار دیتی ہے، لیکن ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ رمی زوال سے پہلے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"خذوا عني مناسككم"

"مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد ہی کنکری ماری تھی۔

لیکن اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کے بعد کنکری مارنا صرف ایک فعل تھا اور مجرد آپ کا فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔

تو ہم کہیں گے کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ کا زوال کے بعد کنکری مارنا صرف ایک فعل تھا اور مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا، مجرد فعل اس لئے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد کنکری مارنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی زوال سے پہلے منع کیا۔

رہا یہ معاملہ کہ فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا تو ہم اس کو مانتے ہیں کہ ہاں

وجوب پر دلالت نہیں کرتا، اس لئے کہ وجوب صرف کسی کام کے بارے میں حکم دینے سے ہوتا ہے یا کسی چیز کے ترک کرنے کی ممانعت سے ہوتا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس فعل کا قرینہ وقیاس وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے زوال تک کنکری مارنے کو مؤخر کیا، جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر زوال سے پہلے کنکری مارنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ضرور کرتے، اس لئے کہ یہ بندوں کے لئے زیادہ سہل اور آسان ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دو کاموں میں آسان ہی کو اختیار کیا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں آسان کو نہ اختیار کرنا یعنی زوال سے پہلے کنکری مارنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں گناہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ فعل وجوب کے لئے ہے، وہ اس طرح سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے فوراً بعد اور ظہر کی نماز پڑھنے سے پہلے کنکری مارتے تھے، گویا کہ آپ زوال کا شدت سے انتظار کرتے تھے تاکہ کنکری مارنے میں جلدی کریں، اور اسی لئے آپ نے ظہر کی نماز کو مؤخر بھی کیا، حالانکہ اس کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، یہ سب اس وجہ سے کہ زوال کے بعد فوراً کنکری ماری جائے۔

سوال ۳:

ایک آدمی نے ایسا سنا کہ طواف سے پہلے سعی کرنا جائز ہے، پس اس نے سعی کرلی، اور طواف بارہ یا تیرہ تاریخ کو کیا، پھر اس کو بتایا گیا کہ یہ عید کے دن کے لئے خاص ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب :

صحیح بات یہ ہے کہ عید کے دن اور دوسرے دنوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور حج میں طواف سے پہلے سعی کرنا جائز ہے، گرچہ عید کے دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو، حدیث کے عام ہونے کی وجہ سے، کیونکہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اور جب یہ حدیث عام ہے تو اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ عید کے دن ہو یا اس کے بعد ہو۔

سوال ۴:

کسی شخص نے طواف کیا اور اس کے اوپر سعی باقی ہے اور بغیر سعی کئے ہوئے حرم سے باہر نکل گیا، پھر اس کو پانچ دن کے بعد خبر کی گئی کہ تمہارے اوپر سعی باقی ہے، تو کیا ایسے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ صرف سعی کرلے اور اس سے پہلے طواف نہ کرے؟

جواب:

جب کسی شخص نے طواف کیا اور اس نے یہ سمجھا کہ اس کے اوپر سعی نہیں ہے اور حرم سے باہر نکل گیا پھر چند دنوں کے بعد اس کو بتایا گیا کہ تمہارے اوپر ابھی سعی باقی ہے، تو وہ صرف سعی کرلے اور دوبارہ طواف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے کہ طواف اور سعی کے درمیان موالات شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اس آدمی نے عمداً سعی کرنا چھوڑ دیا تھا اور طواف سے سعی کو عمداً مؤخر کیا تھا، تو بھی اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن افضل یہ ہے کہ طواف کے بعد فوراً سعی کرلینا چاہئے۔

سوال ۵:

ایک آدمی حج تمتع کی نیت کر کے مکہ پہنچا، جب وہ طواف اور سعی سے فارغ ہوا تو اپنا عام لباس پہن لیا، اور قصر یا حلق نہیں کرایا، اور حج کے بعد اس نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس کو بتایا گیا کہ اس نے غلطی کی، پس ایسی صورت میں وہ کیا کرے جب کہ عمرہ کا وقت گزرنے کے بعد وہ حج کے لئے نکل گیا؟

جواب:

اس آدمی نے عمرہ کے واجبات میں سے ایک واجب چیز کو چھوڑ دیا اور وہ سر کے بال کٹوانا یا منڈانا ہے، اہل علم کے نزدیک اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں ایک فدیہ ذبح کرے اور اس کو وہاں کے فقراء میں تقسیم کرے اور وہ اپنے تمتع میں باقی

رہے، نیز اس کے اوپر تمتع کا ہدی بھی لازم ہوگا۔

سوال ٦:

عمرہ میں حلق یا قصر کا کیا حکم ہے؟

جواب:

عمرہ کے اندر حلق یا قصر کرانا واجب ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جب مکہ آئے اور طواف وسعی سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ جو شخص ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ قصر کر کے حلال ہو جائے اور آپ کا حکم دراصل وجوب کے درجہ میں ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرام کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا سر منڈا لیں، اور جب انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے تھے۔

لیکن کیا عمرہ میں حلق افضل ہے یا قصر؟

تو حلق افضل ہے سوائے اس متمتع کے جو تاخیر سے مکہ پہنچا اس کے لئے قصر افضل ہے تاکہ حج میں حلق کے لئے اس کے سر میں کچھ بال موجود رہے۔

سوال ٧:

ایک حاجی نے تیرہ تاریخ کو بڑے جمرہ کو پورب کی طرف سے کنکری ماری

مگر کنکری حوض میں نہیں گری، تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے، کیا وہ ایام تشریق کی تمام کنکریوں کو دوبارہ مارے گا؟

جواب:

تمام کنکریوں کا دوبارہ مارنا اس کے لئے لازم نہیں ہے، بلکہ صرف اسی کو لوٹائے گا جس میں اس نے غلطی کی ہے، یعنی صرف بڑے جمرہ کو دوبارہ کنکری مارے گا اور صحیح طور پر مارے گا، پورب کی طرف سے جو مارا تھا وہ کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ اس حالت میں مارنے سے کنکری حوض میں نہیں گرے گی جو رمی کی جگہ ہے، اور اگر پل کے اوپر سے پورب جانب سے مارے تو کافی ہوگا، اس لئے کہ وہ کنکری حوض ہی میں گرے گی۔

سوال ۸:

بڑے جمرہ کو کنکری مارنے کی ادائیگی کا وقت کب ختم ہوتا ہے اور قضاء وقت کب ختم ہوتا ہے؟

جواب:

عید کے دن بڑے جمرہ کو کنکری مارنے کا آخری وقت آنے والے گیارہویں تاریخ کے طلوع فجر تک ہے اور اس کا ابتدائی وقت قربانی کی رات کے آخری حصہ سے شروع ہوتا ہے، ان کمزوروں یا ان جیسے دوسرے لوگوں کے لئے جو لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کو نہ برداشت کرسکتے ہوں۔

لیکن ایام تشریق میں باقی دوسرے دونوں جمروں کی طرح زوال کے بعد اس کا بھی وقت شروع ہوتا ہے اور آنے والے دن کی رات طلوع فجر کے وقت ختم ہو جاتا ہے، مگر ایام تشریق کے آخری دن کے بعد رات میں رمی نہیں ہے کیونکہ وہ چودھویں تاریخ کی رات ہوتی ہے، اور ایام تشریق تیرہ تاریخ کا سورج غروب ہونے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں، اور دن میں کنکری مارنا افضل ہے۔ لیکن اگر ان اوقات میں حاجیوں کی کثرت تعداد اور ان کی شدت اور ایک دوسرے کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے کسی کو اپنے ہلاک ہونے یا سخت پریشانی ومشقت میں پڑنے کا خوف ہو تو وہ رات میں کنکری مارے اور اس کے لئے کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر وہ بغیر کسی پریشانی اور خوف کے رات میں کنکری مارے تب بھی اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن افضل یہ ہے کہ وہ احتیاط کرے اور ضرورت کے وقت ہی رات میں کنکری مارے۔ سائل کا یہ کہنا کہ اس کا قضاء وقت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایام تشریق میں جب اگلے دن کی فجر طلوع ہو جائے اور وہ کنکری نہیں مار سکا تو اس کے بعد وہ قضاء کنکری مارے۔

سوال ۹:

ساتوں کنکریوں میں سے ایک یا دو کنکری حوض میں نہیں گری اور اس پر ایک یا دو دن گذر گیا تو کیا ان کنکریوں کا اعادہ کرنا لازم ہے، اور اگر ان کا لوٹانا ضروری ہے تو کیا ان کے بعد کی بھی کنکریوں کا لوٹانا ضروری ہے؟

جواب:

جب کسی شخص کی کنکریوں میں سے ایک یا دو کنکری باقی رہ جائے اور جمرات کو نہ لگے، تو فقہاء کہتے ہیں کہ اگر وہ آخری کنکری ہو تو اس کو مکمل کرے گا، یعنی صرف کمی کو پورا کرے گا اور اس سے پہلے کی کنکریوں کا مارنا ضروری نہیں ہے، اور اگر آخری کنکری کے علاوہ ہو تو کمی کو پورا کرنے کے ساتھ اس کے بعد کی بھی کنکریوں کو مارے، اور میری صواب دید کے مطابق مطلق طور پر صرف کمی کو پورا کرے اور اس کے بعد کی کنکریوں کو دوبارہ مارنا ضروری نہیں، اس لئے کہ ترتیب لاعلمی اور بھول چوک سے ساقط ہو جاتی ہے، اس آدمی نے دوسری کنکری ماری اور وہ اس گمان میں نہیں تھا کہ اس کے اوپر اس سے پہلے کوئی چیز ہے اور وہ لاعلمی اور بھول کا شکار تھا، تو اس لئے ہم کہیں گے کہ کنکری مارنے میں جو کمی ہوئی ہے صرف اسی کو پورا کرے اور اس کے بعد کی کنکری مارنا ضروری نہیں ہے۔

جواب ختم ہونے سے پہلے میں یہ بتانا پسند کرتا ہوں کہ کنکری مارنے کی جگہ کنکریوں کے جمع ہونے کی جگہ (حوض) ہے نشانی کے لئے بنایا گیا ستون نہیں ہے، پس اگر کسی شخص نے حوض میں کنکری مارا اور اس ستون کو نہیں لگا تو اس کی رمی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال ۱۰:

جب حاجی بارہ ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے تعجیل کی نیت سے منیٰ سے نکل گیا، اور اپنے کسی کام کی وجہ سے سورج کے غروب ہونے کے بعد پھر منیٰ واپس ہوا تو کیا اس کا اعتبار تعجیل (جلدی کرنا) میں ہوگا؟

جواب:

ہاں، تعجیل میں اس کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ اس نے حج مکمل کرلیا، اور اپنے کام کے لئے منیٰ واپس ہونا یہ تعجیل کو روک نہیں سکتا، اس لئے کہ اس نے کسی کام کیلئے لوٹنے کی نیت کی ہے نہ کہ حج کے کام کے لئے۔

سوال ۱۱:

کسی شخص نے میقات سے حج کا احرام باندھا، پھر روانہ ہوا، یہاں تک کہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو چیک پوسٹ پر اس کو روک دیا گیا اس لئے کہ اس کے پاس حج کا کارڈ (اجازت نامہ) نہیں تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:

ایسی حالت میں وہ محصر کے حکم میں ہے، کیونکہ مکہ میں اس کا داخل ہونا اس کے لئے مشکل ہوگیا، سو وہ اسی جگہ پر اپنے ہدی کو ذبح کرے اور حلال ہوجائے، اور اگر اس کا یہ حج فرض حج تھا تو آنے والے سالوں میں دوبارہ اسی حج کی نیت کرے

اور اس کی قضاء کی نیت نہ کرے، اور اگر اس کا نفل حج تھا تو راجح قول کے مطابق اس پر کوئی چیز نہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر محصور کر دیئے گئے لوگوں کو عمرہ کے قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، اور قرآن وحدیث میں بھی محصور لوگوں کو قضا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (البقرہ:۱۹٦)

”ہاں اگر تم روک لئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو۔“

اللہ نے اس کے علاوہ کسی اور دوسری چیز کا ذکر نہیں کیا۔اور ”عمرة القضاء“ اس کا نام اس لئے رکھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے معاہدہ کیا تھا، اس جگہ قضا کا معنی کسی فوت شدہ چیز کو پورا کرنا نہیں ہے، واللہ اعلم۔

سوال ۱۲:

جب کوئی باہر سے آنے والا شخص اپنے عام لباس میں مکہ میں داخل ہو تا کہ حکومت کے سامنے حج نہ کرنے کا بہانہ بنائے، پھر مکہ پہنچ کر حج کا احرام باندھے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کیا اس کا حج صحیح ہو گا، اور اس پر کیا چیز لازم ہو گی؟

جواب:

جہاں تک اس کے حج کا معاملہ ہے تو حج صحیح ہو گا، لیکن اس کا یہ کام حرام ہے، اور دو طریقہ سے حرام ہے:

۱- پہلا یہ کہ اس نے میقات سے احرام نہ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے حدود کی نافرمانی کی۔

۲-دوسرا یہ کہ اس نے اپنے حاکموں کے حکم کی مخالفت کی، جن کی اطاعت کا ہم سب کو حکم دیا گیا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں۔

اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے جو اس سے ہو چکا ہے، اور اس کے اوپر فدیہ واجب ہے کہ جس کو وہ مکہ میں ذبح کرے اور وہاں کے فقیروں میں تقسیم کرے کیونکہ اس نے میقات سے احرام نہیں باندھا تھا، جس کے بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے واجبات میں سے کوئی واجب چیز چھوڑ دے تو اس کے اوپر فدیہ واجب ہے۔

سوال ۱۳:

میں نے سنا ہے کہ حج تمتع کرنے والا اگر اپنے شہر واپس چلا جائے تو اس کا تمتع ختم ہو جاتا ہے، تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ حج افراد کرے اور اس پر کوئی دم نہ ہو؟

جواب:

ہاں، اگر تمتع کرنے والا اپنے شہر کو واپس چلا گیا اور پھر نئے سرے سے اس نے اپنے شہر سے حج کے لئے سفر کیا تو وہ مفرد ہو گا، کیوں کہ اس کے اپنے اہل

وعیال کی طرف لوٹنے سے حج وعمرہ کے درمیان انقطاع پایا گیا، پھر اس کا دوبارہ سفر کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے حج کے لئے ایک نیا سفر کیا، تو ایسی صورت میں اس کا حج افراد ہو گا، اور اس کے اوپر تمتع کی ہدی واجب نہیں ہو گی، لیکن اگر اس نے ہدی کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ اور بہانہ بنا کر سفر کیا ہے تو اس سے ہدی ساقط نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ حیلہ کسی واجب چیز کو ساقط نہیں کرتا، جیسا کہ کسی حرام کے لئے حیلہ بنانے سے وہ چیز حلال نہیں ہو جاتی۔

سوال ۱۴:

جب کوئی مسلمان حج کی نیت سے حج کے مہینے سے پہلے مکہ آیا پھر عمرہ کرنے کے بعد مکہ میں ٹھہرا رہا اور حج کیا، تو کیا اس کا یہ حج افراد ہو گا یا تمتع؟

جواب:

اس کا یہ حج، حج افراد ہو گا، کیونکہ حج تمتع اس کو کہتے ہیں کہ حج کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھا جائے اور اس سے فارغ ہو کر اسی سال حج کا احرام باندھا جائے۔

لیکن وہ شخص جس نے حج کے مہینے سے قبل عمرہ کیا اور مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حج کیا تو اس کا یہ حج، حج افراد ہو گا، مگر یہ کہ وہ ملا لے یعنی حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے، تو وہ قارن ہو گا، اور تمتع اسی شخص کے لئے خاص کیا گیا ہے جو کہ

حج ہی کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے۔اس لئے کہ جب حج کا مہینہ داخل ہو تو اس میں عمرہ کے بجائے حج کا احرام باندھنا افضل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے یہ آسانی پیدا کر دی اور ان کو یہ اجازت دے دی اور ان کے لئے یہ پسند کیا کہ وہ عمرہ کریں اور فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے بعد حج کریں۔

سوال ۱۵:

حاجیوں کا ایک قافلہ عرفہ سے سورج غروب ہونے کے بعد نکلا اور راستہ بھول گیا اور مکہ کی طرف لے کر چلا گیا پھر پولیس نے ان کو مزدلفہ کی طرف واپس کیا، جب وہ لوگ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ٹھہر کر ایک بجے رات میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر وہ لوگ فجر کی اذان کے وقت مزدلفہ میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز پڑھ کر وہاں سے نکلے تو کیا ان کے اوپر اس بارے میں کوئی چیز واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:

ان لوگوں کے اوپر کوئی چیز نہیں، اس لئے کہ ان لوگوں کو مزدلفہ میں فجر کی نماز مل گئی اور جس وقت یہ لوگ مزدلفہ میں داخل ہوئے اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی، اور فجر کی نماز ان لوگوں نے غلس (غلس صبح کی تاریکی کو کہتے ہیں) میں ادا کی، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:

جو شخص ہمارے ساتھ اس (فجر کی) نماز میں حاضر ہوااور ہمارے ساتھ ٹھہرا، یہاں تک کہ ہم یہاں سے روانہ ہوں، اور اس سے پہلے اس نے دن یارات میں عرفہ میں وقوف کیا تو اس کا حج پورا ہو گیا، اور اس نے اپنے میل کچیل کو دور کیا۔"

لیکن ان لوگوں نے آدھی رات کے بعد تاخیر سے نماز پڑھنے میں غلطی کی، اس لئے کہ عشاء کی نماز آدھی رات تک ہے، جیسا کہ اس کے بارے میں صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے اس کو آدھی رات کے بعد تاخیر کر کے پڑھنا جائز نہیں۔

سوال ١٦:

یہ چیز معروف ہے کہ سر کا بال منڈانا ممنوعات احرام میں سے ہے، تو عید کے دن احرام سے حلال ہونے کے لئے اسی سے شروع کرنا کیسے جائز ہے، اس لئے کہ علماء کہتے ہیں: کہ تحلل تین چیزوں میں سے دو کے کرنے سے ہوتا ہے، اور اسی میں سے حلق کو بیان کرتے ہیں، تو کیا حاجیوں کے لئے جائز ہے کہ اسی سے شروع کریں؟

جواب:

ہاں، اسی حلق سے شروع کرنا جائز ہے، اس لئے کہ حلال ہوتے وقت اس کا حلق کرنا عبادت کے لئے ہے، پس اس وقت غیر محرم ہوگا، بلکہ یہ ایک ایسی

عبادت ہوگی جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، اور جس چیز کا حکم دیا جائے اس کا کرنا گناہ میں شمار نہیں ہوگا، اور نہ ہی ممنوعات میں شمار ہوگا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ سے قربانی اور کنکری مارنے سے پہلے بال کٹوانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں''

یہ بات واضح رہے کہ کسی چیز کا ممنوع یا مامور ہونا شریعت سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ کسی اور ذریعہ سے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا شرک ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم کا سجدہ کرنے کا حکم دیا تو وہی اطاعت کہلایا۔

اسی طرح کسی کو قتل کرنا اور خاص کر اولاد کو قتل کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو یہی کام اطاعت کہلایا، اور اس سے ابراہیم کو بڑا مرتبہ ملا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دونوں کے لئے اس کام کی تخفیف کر دی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِO وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَاإِبْرَاهِيمُO قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَO إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ O وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾ (الصافات: ۱۰۳-۱۰۷)

جب دونوں مطیع ہو گئے اور باپ نے (بیٹے کو) قربانی کے لئے گرادیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کواسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا۔اور ہم نے ایک بڑاذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔

سوال ۱۷:

حج تمتع میں ھدی کے ذبح کا وقت کب ختم ہوتا ہے اور کیااس کے وقت کی تحدید میں کوئی اختلاف اور رائے ہے؟

جواب:

ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کے سورج ڈوبنے کے بعد تمتع کے ہدی کے ذبح کرنے کا وقت ختم ہو جاتا ہے،اور عید کے دن سورج کے ایک نیزہ کے برابر بلند ہونے کے بعداور عید کی نماز کے برابر وقت گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

جہاں تک اس کے بارے میں اختلاف کی بات ہے تواس کی ابتداءاور انتہاء میں اختلاف ہے، لیکن راجح وہی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے،واللہ اعلم۔

سوال ۱۸:

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے منیٰ میں بارہ بجے رات تک رات گذاری کیا، پھر مکہ چلا گیااور طلوع فجر تک واپس نہیں ہوا؟

جواب:

اگر بارہ بجے رات منیٰ میں آدھی رات شمار کی جاتی ہو تو اس کے بعد وہاں سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، گرچہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ وہ رات اور دن دونوں منیٰ میں باقی رہے۔

اور اگر بارہ بجے کا وقت آدھی رات سے پہلے ہو تو وہ منیٰ سے نہ نکلے، اس لئے کہ منیٰ میں رات گذارنے کی شرط میں سے یہ ہے کہ رات کا اکثر حصہ منیٰ ہی میں گذارا جائے، جیسا کہ ہمارے فقہاء رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے۔

سوال ۱۹:

کہا جاتا ہے کہ ایسی کنکری سے رمی کرنا جائز نہیں ہے جس سے رمی کی گئی ہو تو کیا یہ صحیح ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب:

یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ جن لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ رمی کی ہوئی کنکری سے کنکری مارنا درست نہیں ہے انہوں نے اس کی تین علت بیان کی ہے۔

۱- وہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی بھی پتھر جس سے کنکری ماردی گئی ہو وہ واجب طہارت میں استعمال کئے گئے پانی کی طرح ہے، اور واجب طہارت میں استعمال کیا ہوا پانی خود پاک ہوتا ہے پاک کرنے والا نہیں ہوتا۔

۲- دوسری علت یہ ہے کہ وہ اس غلام کی طرح ہے جس کو آزاد کر دیا گیا ہو،

اس لئے وہ غلام پھر کسی کفارہ یااس کے علاوہ میں آزاد نہیں کیا جا سکتا۔

۳- تیسری علت یہ ہے کہ یہاں اس بات سے یہ جواز پیدا ہوتا ہے کہ تمام حاجی ایک ہی پتھر سے کنکری ماریں، جیسے آپ اس پتھر سے کنکری ماریں پھر اس کو لیں اور ماریں، پھر اس کو لیں اور ماریں، یہاں تک کہ آپ سات مکمل کریں، پھر کوئی دوسرا آئے اور اس سے مارے یہاں تک کہ سات وہ بھی مکمل کرے۔

مذکورہ بالا تین علتیں فقہاء بیان کرتے ہیں، مگر ان علتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی کمزور اور بے دلیل ہیں۔

پہلی اس وجہ سے کہ جس اصل کی بنیاد پر آپ نے حکم لگایا ہے، وہ اصل ہی درست نہیں ہے اور وہ اصل یہ ہے واجب طہارت میں استعمال شدہ پانی خود پاک ہوتا ہے، لیکن پاک کرنے والا نہیں ہوتا، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، پانی کو اس کے اصل وصف یعنی پاک کرنے کے وصف سے دلیل کے بغیر کوئی نکال نہیں سکتا۔

اس بنا پر واجب طہارت میں استعمال شدہ پانی خود پاک بھی ہے اور دوسروں کو پاک کرنے والا بھی ہے، اس لئے جب اصل کا حکم غلط ثابت ہو گیا تو فرع کا حکم بھی غلط ہو گا۔

دوسری علت یعنی رمی کردہ کنکری کو آزاد کردہ غلام پر قیاس کرنا تو یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ جب غلام آزاد ہو گیا تو وہ آزاد شمار ہو گا نہ کہ غلام، اس

لئے وہ دوبارہ آزاد کئے جانے کا محل بھی نہیں ہوگا، برخلاف کنکری کے، کہ اگر اس سے رمی کرلی جائے تو رمی کے بعد بھی وہ کنکری ہی رہے گی اور جس مقصد کے لئے یعنی رمی کے لئے اسے حاصل کیا جارہا ہے، اس مقصد کی نفی نہیں ہورہی ہے۔ (چنانچہ اس سے رمی کی جاسکتی ہے)

ہاں اگر وہی غلام جو آزاد ہوا ہے، کسی شرعی سبب سے دوبارہ غلام ہوجائے تو اسے دوبارہ آزاد کرنا جائز ہے۔

تیسری علت کہ تمام حجاج ایک ہی کنکری پر اکتفا کرلیں گے، اس کے بارے میں ہم عرض کریں گے کہ کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو ہونا چاہئے، مگر ایسانا ممکن ہے، اور کنکری کی بہتات کی وجہ سے کوئی بھی شخص ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔

بنابریں معلوم ہوا کہ اگر آپ کے ہاتھ سے ایک یا اس سے زیادہ کنکری جمرات کے پاس گر جائے تو آپ اپنے اردگرد سے دوسری کنکری لے لیں اور ان سے رمی کریں، خواہ آپ کو غالب گمان ہو کہ ان سے رمی ہوچکی ہے یا نہیں ہوئی ہے۔

سوال ۲۰:

جب کسی حاجی یا عمرہ کرنے والے نے اپنے سر کے دونوں جانب سے قصر کیا، پھر اس کے بعد احرام کھول دیا اور پورے سر کا قصر نہیں ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حج میں ہو اور طواف ورمی کر چکا ہو تو وہ اپنے کپڑے میں باقی رہتے ہوئے سر کا مکمل طور پر حلق یا قصر کرے۔

اور اگر عمرہ میں اس نے ایسا کیا ہے تو وہ اپنے پہنے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا کپڑا پہنے اور اسی حالت میں یعنی احرام کا کپڑا پہنے ہوئے مکمل طور پر سر کا حلق یا قصر کرے۔

سوال ۲۱:

کیا حاجی کے لئے جائز ہے کہ وہ حج کی سعی طواف افاضہ سے پہلے کر لے؟

جواب:

اگر حاجی مفرد یا قارن ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ طواف افاضہ سے پہلے سعی کر لے، البتہ طواف قدوم کے بعد کرے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کیا تھا جو اپنے ساتھ ہدی کا جانور لے کر آئے تھے، لیکن اگر متمتع ہو تو اس کے لئے دو سعی ہے۔

اول: مکہ پہنچنے کے وقت، یعنی عمرہ کی سعی، اور دوم حج کی سعی۔

افضل یہ ہے کہ دوسری سعی طواف افاضہ کے بعد ہو، اس لئے کہ سعی طواف کے تابع ہے، لیکن اگر سعی کو طواف سے پہلے کر لے تو راجح قول کے

مطابق کوئی حرج نہیں۔

اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ

"سعيت قبل أن أطوف؟ قال: لا حرج"

"کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔"

بہتر یہ ہے کہ حاجی عید کے دن پانچ کام ترتیب سے کرے۔

۱- بڑے جمرہ کو کنکری مارے۔

۲- پھر قربانی کرے۔

۳- پھر حلق یا قصر کرائے۔

۴- پھر بیت اللہ کا طواف کرے۔

۵- پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، البتہ اگر وہ قارن یا مفرد ہو اور طواف قدوم کے بعد سعی کرلیا ہو تو وہ دوبارہ سعی نہیں کرے گا۔

افضل یہ ہے کہ وہ ان تمام کاموں کو ترتیب سے کرے جس طرح میں نے ذکر کیا ہے، اور اگر بعض کو بعض پر مقدم کردے، خاص کر کے ضرورت کے وقت تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے، پس تمام تعریف اور بڑائی اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

فہرست

موضوعات	صفحہ نمبر

مناسك الحج والعمره والمشروع من الزيارة

باللغة الأردية

تأليف فضيلة الشيخ

محمد بن صالح العثيمين

ترجمة

محمد طاهر حنيف

ضمير أحمد عباس

٨ / ١٤٢٥ هـ

٦٧

مطابع السويدي ت: ٤٥٨١٠٠٠ ف: ٤٥٩٢٢١٧ الرياض